قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہ فصلّٰی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ

المرشد

لاہور

جلد ۱۸ - شوال ۱۴۱۷ھ بمطابق مارچ ۱۹۹۷ء - شمارہ ۸

مدیر:- تاج رحیم — سرکولیشن مینجر:- رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

		صفحہ
اداریہ	تاج رحیم	۳
حرف دوستی شرائط	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
عبادت	"	۱۱
کس پر وسہ؟	"	۱۹
عشق الٰہی	"	۲۷
روح امری	"	۳۳

پتہ:- ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ ۵۴۷۷۰

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق — فون نمبر:- ۵۱۸۰۴۶۷

انتخاب جدید پریس، لاہور فون: 6314365

ماہنامہ المرشد کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۳۵۰ امریکن ڈالر

پاکستانی قوم کی قسمت

موجودہ صدی کے آخری نصف حصے میں جتنی ریاستیں ٹوٹی ہیں وہ کسی بیرونی جارحیت کی بجائے اپنے اندرونی حالات کی وجہ سے ختم ہوئی ہیں۔ غربت' بے روزگاری' معاشی اور معاشرتی ناہمواری' لسانی' علاقائی اور مذہبی تشدد پسندی' سیاسی خلفشار' نااہل حکمرانوں کی قومی خزانے کی لوٹ مار جیسے تخریبی اسباب کسی بھی ریاست کو سیاسی اور جغرافیائی موت کے منہ میں سلا دیتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ یہ تمام حالات اور اسباب اس وطن عزیز میں اپنی جوانی اور جوش کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ حالات اس ملک میں کیونکر پیدا ہوئے؟

دوسری جنگ عظیم کے بعد آخری نصف صدی میں جن ریاستوں میں آمرانہ نظام رہا ان میں سے اکثر ریاستیں تو ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں جو باقی ہیں وہ حالت نزع میں ہیں۔ جن غریب ممالک میں کہنے کو جمہوری نظام قائم ہے اس نے آمریت کی نسبت کہیں زیادہ سیاسی اور معاشی انتشار پیدا کیا ہے۔ پاکستان اس کی ایک قریب المرگ مثال سامنے ہے۔ یہاں جاگیرداری کے فرسودہ نظام نے کبھی آمریت کو جنم دیا اور کبھی جمہوریت کو۔ جب ایک ان کے مفادات کا تحفظ کرنے میں کمزور پڑا' جاگیرداروں نے دوسرے نظام کو قوم پر مسلط کر دیا۔ یہ آمریت اور جمہوریت کی باریاں چل رہی ہیں۔ اس فرسودہ نظام کی موجودگی میں پاکستان کی معیشت پر پنجے گاڑنے میں عالمی مالیاتی اداروں کو کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ان عالمی مالیاتی اداروں کو ریاستوں اور ان کے عوام کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ تو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہیں۔ پاکستان کے نا اہل حکمرانوں نے اپنے مفاد کی خاطر ان مالیاتی اداروں کی ہدایات اور شرائط پر آنکھیں بند کر کے عمل کیا اور ملک کو معاشی موت کے حوالے کر دیا۔

ہمارے جاگیردارانہ نظام نے جمہوریت کی باری میں جس نئی حکومت کو منتخب کیا ہے اس نے بھی اعلان کیا ہے کہ وہ عالمی مالیاتی اداروں کے ساتھ کئے گئے معاہدوں پر پورا پورا عمل کرے گی۔ یہ نئی منتخب حکومت عالمی اداروں کے شرائط اور ہدایات پر عمل کرتے ہوئے قوم کی قسمت کو کس راستے پر ڈالتی ہے اور بے روزگاری' مہنگائی' غربت' بگڑی ہوئی معاشی اور معاشرتی حالت کو کس طرح درست کرتی ہے۔ یہ منظر آنے والے سال دو سال میں قوم خود ہی دیکھ لے گی۔

تاج رحیم

صرف دو شرائط

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ۔ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون ۔ واقیموا الصلاہ و آتوا الزکوہ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ۔

اللہ جل شانہ نے اس آیہ کریمہ میں وعدہ فرمایا ۔ وعدہ یہ فرمایا کہ اللہ تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کرتا ہے جن کے ایمان درست ہیں اور عمل صالح ہیں دو شرطیں جن میں موجود ہیں ایک آمنوا ' صحیح ایمان اور عقیدہ ' و عملوا الصلحت ' اور دوسرا عمل صالح ۔ اگر یہ دو شرطیں تم میں پائی جائیں تو تمہارے ساتھ اللہ کا وعدہ یہ ہے ۔ **لیستخلفنھم فی الارض** ' تمہیں روئے زمین پر اپنے خلافت دے گا اپنا نائب بنائے گا ۔ اللہ جل شانہ نے کسی ایک ملک کسی ایک سلطنت ' کسی ایک بر اعظم کی بات نہیں کی فرمایا **لیستخلفنھم فی الارض** ' میں تمہیں روئے زمین پر اپنی نیابت دوں گا ۔ تم روئے زمین کے حکمران بنو گے ۔ اللہ کی طرف سے اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے لئے اللہ کے احکام کو منوانے کے لئے باطل کو روکنے کے لئے اور حق کو ظاہر کرنے کے لئے تمہیں روئے زمین پر اقتدار دیا جائے گا اور فرمایا یہ کوئی عجیب بات نہیں ۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ۔ **کما استخلف الذین من قبلھم** ۔ اپنے سے پہلے دیکھو ' حضرت سلیمان علیہ اسلام کی حکومت دیکھ لو اور بے شمار مثالیں ہیں ۔ تم سے پہلے موسی علیہ السلام کو دیکھ لو ' ابراہیم علیہ السلام کو دیکھ لو ۔ بڑی بڑی باطل قوتوں سے ٹکرا کر احقاق حق کے لئے اللہ نے انہیں سربلند فرمایا اور اس سربلندی میں **ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم** ' پھر تمکین ہو گی اس دین کی ' متمکن ہو گا وہ دین جو اللہ نے تمہارے لئے پسند کر لیا ہے ۔ تمکین کیا ہوتی ہے قوت نافذہ دین کے پاس ہو گی ۔ حکومت' اقتدار جسے آپ کہتے ہیں سلطنت' بادشاہت اللہ کے دین کے پاس ہو گی ۔ اس دین کے پاس جو اس نے تمہارے لئے پسند کر لیا ہے اور **ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا** ' اگر روئے زمین کا کفر اکٹھا ہو کر تمہیں ڈرا رہا ہے ' دھمکا رہا ہے تو یہ سارا خوف و ہراس ختم ہو جائے گا اور ہر طرف امن کا دور دورہ ہو گا اور ایسی فضا بن جائے گی ۔ **یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا** ' اللہ کی پرستش لوگ کھری کھری کریں گے ۔ کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے ۔ اگر ان وعدوں کے بعد ' اللہ کے اس وعدے کے بعد بھی یا کسی کو یہ نعمت مل جائے اور اس کے بعد بھی وہ نا فرمانی کرے ۔ **ومن کفر بعد ذلک** ' اس کے بعد بھی اگر کوئی نافرمانی پر اصرار کرے **فاولئک ھم الفسقون** ' تو حقیقتاً ایسے لوگ حقیقی بدکار ہیں جو اللہ کا یہ وعدہ سننے کے

بعد اعتبار نہ کریں یا سلطنت اسلامیہ قائم ہو جائے وہ اس کے زوال کا سبب بنیں ۔ ان کی برائیاں ' ان کی بد کاریاں ' ان کے گناہ قیام اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں ' ان کی برائی یا قیام ریاست اسلامی کے بعد اس کے زوال کا سبب بنے تو فرمایا اس سے پھر میں نبٹوں گا ۔ اور فرمایا اگر تم زیادہ پھنسے ہوئے ہو ' کچھ تمہیں راستہ نظر نہیں آتا ' کوئی صورت حال سامنے نہیں کہ کیا کریں ۔ **اقیموا الصلاہ** ' عبادات پر پختگی اختیار کرو ' عبادت جو ہوتی ہے یہ فضول رسم نہیں ہے ۔ عبادت ایک قوت دیتی ہے بندے کو ' وہ قوت کیا ہے ؟ آپ روزانہ کسی حاکم سے ملنے جاتے ہیں ' آپ کی ملاقات روزانہ ڈپٹی کمشنر سے ہوتی ہے تو اس ضلع کی حدود میں آپ کو کسی سے ڈر نہیں لگتا ' ایک کیفیت ہوتی ہے ' وہ کوئی آپ کو رسید نہیں دیتا کہ آپ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑے گا جب آپ ملنے جاتے ہیں تو وہ آپ سے نہیں کہتا تکڑا رہو بھئی تیرے نال ہوں ۔ یہ کبھی نہیں ہوتا لیکن ملاقات کا ایک اثر ہوتا ہے ۔ ایک آدمی گورنر سے ملتا ہے ۔ صبح شام گورنر کے پاس جاتا ہے تو اس صوبے میں اسے کسی سے ڈر نہیں لگتا ۔ اس ملاقات کا ایک اثر ہوتا ہے ' ایک اعتماد پیدا ہو جاتا ہے ۔ اندر ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ بھئی میرا اس کے ساتھ گورنر کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے اس صوبے کے اندر مجھے کون پوچھ سکتا ہے ۔ فرمایا جو بندہ میرے سامنے سجدہ کر کے میری تسبیح کرتا ہے میری بھی اس سے ایسی ہی ذاتی ملاقات ہوتی ہے اور پھر اس میں وہ جرات رندانہ آجاتی ہے کہ وہ میری کائنات میں میرے سوا کسی سے نہیں ڈرتا ۔ ڈپٹی کمشنر کے اختیارات کی اپنی حدود ہیں ' گورنر کی اپنی حدود ہیں ' صدر اور بادشاہ کی اپنی حدود ہیں ' رب العالمین کے اختیارات کی اپنی حدود نہیں ۔ تو نماز ایک رسم نہیں ہے ایک بوجھ نہیں ہے کہ بھاگتے دوڑتے آئے ' اٹھے بیٹھے ' بھاگ گئے ' ٹوٹل پورا کیا ' یہ نہیں ہے نماز ' نماز کو نماز بنایئے ' قیام صلاہ یا اقامت صلاہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی جملہ شرائط کے ساتھ بر وقت بر موقع خلوص قلب کے ساتھ ادا کی جائے تاکہ اس کا حاصل وہ ہو جو حاصل ہونا چاہیئے ۔ تو فرمایا اگر انتہائی تاریکی چھائی ہے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی ' ہر طرف کفر کا عفریت منہ کھولے کھڑا ہے ' ہر بندہ تمہیں سولی پہ لٹکانے پہ تیار ہے ' ہر بندوق کی نالی تمہاری طرف اٹھی ہوئی ہے تو زیادہ نمازیں پڑھو ' پانچ فرض ہیں تم پچاس نوافل پڑھو ' رات دن پڑھو یہ تمہیں جرات دے گی ' یہ نماز یہ میری بار بار کی حاضری میری بارگاہ کی بار بار میرے ساتھ ملنا تمہیں وہ جرات دے گا کہ میری خدائی میں ' میری حکومت میں میری ریاست میں تمہیں میرے سوا دوسرے کا ڈر نہیں رہے گا ۔

و آتوا الزکوہ ' اور فرمایا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو ' مال کے لالچ میں نہ پھنس جانا ۔ اگر کوئی بھی امید بچنے کی نہیں ہے ۔ ہر طرف خوف و ہراس ہے پھر بھی دولت کا لالچ نہ کرنا بلکہ اگر دولت تمہارے پاس آئے تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور

میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی مت چھوڑنا و اطیعوا الرسول ' تمہارے پاس سورج سے زیادہ روشنی موجود ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں ۔ تمہارے اندھیرے کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہاں اگر تم ان کی غلامی چھوڑ دو ' تمہارے سجدے بے کیف ہو جائیں گے ۔ تمہاری نمازیں بے ذوق ہو جائیں گی اور تمہارے خرچ اللہ کے لئے نہیں ہوں گے ' اپنے نفس کے لئے ہو جائیں گے ۔ لیکن اگر تم نماز میں خشوع پیدا کرو مال کو محبوب رکھنے کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا شروع کر دو اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو مضبوطی سے اپنا شعار بنا لو تو تمہیں اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ۔ میری رحمت بڑھ کر تمہیں تھام لے گی ۔ **لعلکم ترحمون** ۔ پھر باقی سارا کام میں کر دوں گا ۔ پھر میری رحمت تمہاری دست گیری کو آئے گی ۔ پھر میں بڑھ کر تمہیں تھام لوں گا ۔

ہماری مصیبت یہ ہے کہ اس وقت ہماری اکثریت

جو ہے وہ تو اس وعدے سے خود کو مستثنیٰ قرار دے چکی ۔ وہ کہتی ہے کہ یہ حکومت و سلطنت یہ عہدے یہ ریاستیں اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ۔ اگر قرآن میں لکھا گیا ہے تو زائد از ضرورت ہو گا۔ خدا نے وعدہ کیا ہے تو مذاق کیا۔ پھر یہی بنتا ہے اگر مسلمان کا اس سے تعلق نہیں ہے تو کیا کتاب اللہ مذاق کر رہی ہے اس کے ساتھ ؟ اللہ نے مذاق کیا ہے اس کے ساتھ ؟ بلکہ یہ فرض عین ہے ہر مسلمان پر اور بعثت نبوی پر جب سے آیہ جہاد نازل ہوئی ہے تب سے لے کر قیامت تک جہاد ہمیشہ فرض ہے اس کی فرضیت میں کوئی کمی نہیں آئی ۔ اور جہاں برائی زبان سے تبلیغ سے گفتار سے نہ مٹے وہاں دست و بازو سے مٹانا فرض ہے ۔ دو چیزیں بیک وقت دنیا میں رہنے کا کوئی تصور نہیں ' ظالمانہ نظام بھی اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بھی ۔ یہ دو مل کر نہیں رہ سکتے جس طرح رات اور دن اکٹھے نہیں رہتے ' آگ اور پانی اکٹھے نہیں رہتے' گرمی اور سردی اکٹھی نہیں رہتی اسی طرح ظلم اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ دونوں ایک جگہ نہیں رہتے جہاں ظلم آئے گا وہاں سے اسلام کو مٹنا ہو گا اور جہاں اسلام آئے گا وہاں سے ظلم کو مٹنا ہو گا اور یہ یاد رکھئے مٹنا ظلم کا مقدر ہے اسلام مٹنے کے لئے نہیں آیا۔ **قد جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا** '

باطل کا مقدر ہے کہ وہ مٹ جاتا ہے

خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے
ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

ظلم کا مقدر ہے مٹنا اور اللہ کا وعدہ ہے ایمان داروں کے ساتھ ۔ پھر اگر دنیا میں ریاست اسلامیہ کہیں بھی نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مسلمان کہیں بھی وہ شرطیں پوری نہیں کر رہا جو اللہ نے خلافت عطا کرنے کے لئے لگائی تھیں اور وہ صرف دو شرطیں ہیں ۔ آمنوا ' ایمان میرے ساتھ رکھو ' یہ شرط ہم پوری نہیں کر رہے ۔ ایمان کے شعبے ہیں ۔ ایک ایمان ہے اللہ کو ماننا ۔ یہ ایمان ہر بندے کو نصیب ہے ۔ یہ ایمان کافروں کے پاس بھی ہے ' کافر بھی سارے دیوی دیوتا ماننے کے بعد ایک مہا دیو مانتے ہیں جو سب سے بڑا سب پر غالب سب پر حکمران ہے ۔ سکھ مت کا مطالعہ کیجئے وہ بھی آخر ست سری آکال ' سچا ہے حق ہے وہ جو اکیلا ہے ' یہ ان کا نعرہ ہے مذہبی ۔ جس طرح ہم السلام علیکم کہتے ہیں ' دو سکھ ایک دوسرے سے ملیں تو وہ ست سری آکال کہتے ہیں ' ست سری آکال کا معنی ہے سچ ہے حق ہے وہ ذات جو اکیلی ہے ' اس کا مطلب ہے وہ بھی اللہ کو تو مانتے ہیں جو کیمونسٹ ہے یا دہریا ہے وہ بھی دہر کے نام سے ' زمانے کے نام ایک ایسی طاقت کو مانتا ہے جو سارا نظام چلا رہی ہے ۔ اس کا مطلب ہے اس نے نام الگ رکھ لیا ' ہندو نے نام الگ رکھ لیا ' سکھ نے نام الگ رکھ لیا لیکن مانتے سب ہیں ۔ یہ ایمان مطلوب نہیں ہے ۔ ایمان وہ مقصود ہے جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منواتے ہیں ویسا مانو مسلمان سے وہ ایمان مطلوب ہے کہ جس طرح اللہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماننے کا حکم دیتے ہیں ویسا مانو اور ہماری فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ بچے کو جب اللہ کا تصور دیا جائے تو اسے یہ سمجھایا جائے کہ میں اس اللہ کو مانتا ہوں جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو مکہ میں پیدا ہوئے جو ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے وہ منواتے ہیں ۔ اس اللہ کو مانتا ہوں اور جیسا وہ منواتے ہیں ویسا مانتا ہوں ۔ یہ شرط ہے اسلام کی بنیادی ۔ نرا اللہ کو ماننا شرط نہیں ہے ۔ وہ تو اس کی ذات ایسی ہے کہ مجبورا ہر ایک کو ماننا پڑ جاتا ہے ۔ اب جو منواتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بنیاد ہے سب سے پہلی آیت قرآن مجید کی سب سے پہلی تعوذ اور تسمیہ کے بعد ۔

الحمد لله رب العلمين ' اللہ کون ہے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا ' ہر متنفس کو پالنا ' اس کی ضرورت پوری کرنا ' اس کی احتیاج پوری کرنا ' اسے روزی دینا ' صحت دینا ' زندگی اور موت ہر جگہ اس کی نگہداشت کرنا یہ کس کا کام ہے اللہ کا ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو

ہم سے منواتے ہیں وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ مانو کہ اللہ رب العلمین ہے۔

اب ہم اگر اپنے مفادات کسی الف ب ج سے وابستہ کریں اور اس کی خاطر دین کو فراموش کر دیں تو کیا ہم نے اللہ کو مانا یا انکار کیا؟ ہم نمازیں پڑھ لیتے ہیں، روزے رکھ لیتے ہیں، حج کر آتے ہیں لیکن مفادات کے لئے ہم ٹکے ٹکے کے آدمیوں کے دروازے پہ بک جاتے ہیں اور اکثریت اس بات پہ بک جاتی ہے۔ میں نے یہاں دیکھا اکثریت اس بات پہ ووٹ دے دیتی ہے کہ میں چوری کروں گا جرم کروں گا یہ مجھے تھانے سے چھڑا لائے گا۔ اور نہ اس کا باپ چور نہ دادا چور اور نہ وہ چور اور نہ اس نے کبھی چوری زندگی میں کی نہ کرنے کا کوئی پروگرام ہے خواہ مخواہ ایک تاثر ہے کہ یہ تھانے میں مجھے کام آئے گا۔ بھئی تھانہ جانے کا اپنا اہتمام کرتا ہی کیوں ہے اور جب تھانے ضرورت پڑے تو وہ کہتے ہیں یہ پولیس افسر ہمارا واقف نہیں ہے۔ کون کس کے کام آتا ہے۔ بھئی ہر کوئی محتاج ہے۔ یہ میرے بیٹے کو ملازمت دلائے گا کوئی ملازمت نکلتی ہے تو اس کے اپنے رشتے دار اتنے بیٹھے ہوتے ہیں کہ وہ ہی پورے نہیں ہوتے۔ تو یہ جو ہم امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں یہ دراصل ربوبیت باری کا انکار بنتا ہے اور اگر ہم یہ امیدیں وابستہ نہ کریں تو ہم مسلمان ملکوں کی یا اس وطن عزیز کی تقدیر بدل جائے۔ ہم کہیں ہمیں کچھ نہیں چاہئے تم سے، ہمیں ہمارا رب کافی ہے لیکن ہم رائے اس بندے کے حق میں دیں گے جو رب کا بندہ ہو گا جو دینی شرائط پوری کرتا ہو جو دیانت دار ہو امین ہو اور جسے کچھ آتا جاتا بھی ہو یعنی دونوں شرطیں ضروری ہیں کہ جس کام کے لئے ہم اسے ووٹ دیں اس کام کے قابل بھی ہو۔ ایک بندہ بہت نیک ہے اسے گاڑی چلانا نہیں آتا۔ اس کی نیکی اسے سٹیرنگ پر بٹھانے کی اجازت نہیں دیتی اسے جب گاڑی چلانا نہیں آتی تو نیکی سے تو وہ گاڑی کو تباہ کر دے گا، گرائے گا سب کو مارے گا، نیک بھی ہو اور جس کام پر اسے بٹھا رہے ہیں وہ کام کرنا بھی آتا ہو اسے، اور یہاں تو حال یہ ہے کہ کام کیا آنا ہے آپ دیکھ لیں کہ اس

آج کی مہم میں بہت سرفہرست جو قیادتیں آ رہی ہیں اور جن کا چرچا ہے ٹیلی ویژن میں، اخباروں میں، آج کا اخبار بھی بھرا ہوا ہے ان میں ایک ہماری وہ محترمہ بھٹو صاحب کی بہو ہے، نئی، نووارد، کل کے اخبار میں ان کی کوالیفیکیشن چھپی تھی، اس نے دسویں کا امتحان پاس کیا اور پھر ڈانس سیکھا اور ڈانس سیکھنے کے بعد ڈانس سکھانے کا ایک سکول بنا لیا اور وہاں ڈانس سکھاتی تھی، مرتضیٰ بھٹو نے بیٹی ڈانس سیکھنے کے لئے داخل کرائی اور وہاں ان کا آنا جانا ہوا اور ان سے شادی کر لی۔ اب وہ اس ملک کی وزیر اعظم بننا چاہتی ہیں۔ کیا قسمت ہے، کیا خوبی ہے اس ملک کی، دوسرے ہمارے دوست عمران بھائی ہیں، اچھے آدمی ہیں، شریف ہیں، ان کے والد بھی اچھے افسر تھے، کرکٹ میں بڑا نام کمایا، انہوں نے اور بڑی دولت بھی کمائی، بڑے آسودہ حال اور کروڑ پتی آدمی ہیں، پھر ہسپتال سے بڑا نام کمایا۔ اچھا ہسپتال ہے۔ ایک ایسا جو ایشیا میں واحد ہسپتال ہے انہوں نے بنایا، بہت بڑا کام کیا۔ یہ ساری باتیں درست لیکن اگر انہیں وزیر اعظم بننے کا شوق تھا تو اس ملک کی کسی بیٹی کو خاتون اول بننے کی اجازت بھی دے دیتے۔ کیا ہماری بیٹیاں صرف جھاڑو بہاری کے لئے ہیں اور باہر سے جو آئے وہ حکمرانی کے لئے آئے اور پھر قاعدہ ہے ایک قانون ہے سنت ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے:

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تم پر میری سنت کا اتباع لازمی ہے اور اس میری سنت کا بھی جو میرے خلفائے راشدین جاری کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے جاری کردہ احکام کو اپنی سنت قرار دیا ہے اس لئے کہ وہ کوئی ایسا حکم نہیں دیتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور منشا کے خلاف ہو تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے قانون بنا دیا تھا کہ کوئی وہ مسلمان جو تین پشت سے مسلمان نہ ہو

وہ کسی سرکاری ادارے میں ملازم بھی نہیں رکھا جا سکتا ' کلرک نہیں رکھا جا سکتا ۔ لوگوں نے اعتراض بھی کیا ۔ امیر المومنین بڑے مخلص مسلمان ہیں ' قابل ہیں ' آپ نے یہ پابندی لگا دی فرمایا ان قابل مسلمانوں میں وہ منافق بھی آ سکتے ہیں جو سرکاری راز چرانے کے لئے اسلام قبول کر کے منافقانہ طور پر آ جائیں ۔ آپ کے پاس کیا معیار ہے یہ مخلص ہیں تو مسلمان بن کر رہیں ۔ اللہ اللہ کریں ' مزدوری کریں ' تجارت کریں اور ملازمتیں کریں لیکن کسی ریاستی ادارے میں انہیں آنے کی اجازت میں نہیں دوں گا ۔ جب تک کہ تین پشت سے جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تب سے مسلمان نہ آ رہے ہوں ۔ یہ ان کا حق ہے وہ کریں گے اس کا مطلب ہے یہ بھی سنت بن گئی کہ کوئی نو مسلم کسی ایسے منصب یا ادارے میں نہیں جا سکتا جو حساس ہو جو حکومتی رازوں کا امین ہو ۔ یہاں جو بڑنے وفاقی وزیر بن جاتے ہیں یہاں کون سا اسلام ہے بھائی ۔ بھنگی اور چوہڑے مرکز کے وفاقی وزیر بنائے ہوئے ہیں لوگوں نے ۔ تو یہ اس سادہ دھاندلی کا ' سارے ظلم کا جواب کون دے گا۔

آپ بھی تسبیح لے کر گوشے میں بیٹھ جائیں ' میں بھی تسبیح لے کر ایک مسجد میں بیٹھ جاؤں تو اس سارے ظلم کو روکنے کے لئے کیا ہندوستان کے لوگ آئیں گے ؟ یار ساری دنیا صرف حوروں پر لٹو ہو گئی ' ساری دنیا صرف جنت کو جانے کو تیار ہے ' ساری مخلوق صرف عیش کرنے کے لئے رہ گئی اور ساری مخلوق پاؤں دبوانے کے لئے ۔ لوٹا کوئی پکڑے آپ مزے سے وضو کرتے رہیں ' کوئی آپ کے پاؤں دھلائے ' کوئی آپ کو کھانا کھلائے ' خدا کا خوف کرو اسلام تو میدان کارزار میں ہے ۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس خون احد میں گر سکتا ہے ' اگر حضور کے دندان مبارک میدان کارزار میں شہید ہو سکتے ہیں ' اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار اقدس میں خود کی کڑیاں گھس سکتی ہیں ' اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو دو زرہیں پہن کر تیروں کی بارش میں اور تلواروں کے سائے میں کھڑے ہو سکتے ہیں تو کون مولانا کون علامہ کون پیر صاحب اتنے مقدس ہیں کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا نہ چبھے ' تیموں جیسی شکلیں بنا کر جب کافر چاند پر پہنچ رہا ہے تب آپ کو سڑکیں ناپنا یاد آیا ۔ اسلام کو آپ پیدل گھسیٹ رہے ہیں ' خدا کا خوف کرو ' میدان میں اترو ' کفر کے سامنے کھڑے ہو جاؤ ' ثابت کرو کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمیں یہ ظلم منظور نہیں ہے ۔ اور اگر یہ نہیں کرتے ہو لوگ خواہ وہ مولانا ہیں ' پیر صاحب ہیں ' مسجد میں بیٹھا ہوا مبلغ ہے یا ذاکر ہے یا واعظ ہے ' اس کا اسلام مشکوک ہے ۔ ہم جو اپنی دنیاداری میں مگن ہیں ' اپنے فوائد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔ مجھے وہ لائسنس مل جائے ' مجھے وہ موٹر مل جائے ' مجھے میرے بیٹے کو وہ نوکری مل جائے ' مجھے وہاں سے فنڈز مل جائیں ' مجھے وہاں سے قرضے مل جائیں اور ہم اس پر مطمئن ہیں تو ہمارا ایمان بھی مشکوک ہے اور اس مولانا کا بھی مشکوک ہے ۔ ثابت اس بندے کا ایمان ہے جو آج کسی حکومتی ادارے ' کسی بندے ' کسی سرکار سے امید لگانے کی بجائے اللہ سے امید لگا کر اس تبدیلی کے وقت میں پھر بے دین حکومت نہ بننے دے اور دین کی حکومت قائم کرے ۔ تیرے سے حکومت چلتی جو نہیں ' پچاسی سے پچانوے تک یہ چار اسمبلیاں توڑ چکے ہیں ' شوق سے توڑی گئیں چل نہیں سکتیں ' کر نہیں سکتے ' کسی مولوی کے کہنے پہ نہیں توڑیں ' کسی فتوی پر نہیں توڑیں ' کسی پیر صاحب کی بد دعا سے نہیں توڑیں ' میرے آپ کے مشورے سے نہیں توڑیں ' مجبورا توڑنا پڑتی ہیں کہ ایسے نا اہل لوگ ہیں جو کام کر نہیں سکتے کہ تم سے نہیں ہو سکتا ظالمو ' تو اس قوم کو اب معاف کر دو اور ان لوگوں کو آنے دو جو یہ کام کر سکتے ہوں ۔ وہ طریقہ اپناؤ جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور جو بنی نوع انسان کے لئے مفید ہے ۔ لیکن بات وہیں آ کے اٹکتی ہے کہ یہ بھی اپنے مفادات کے اسیر ہیں ۔ دھوم مچی ہوئی ہے کہ ملک مقروض ہے اور ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اٹھارہ ہزار کا مقروض

ہے ' بیس ہزار کا مقروض ہے ' وسائل کم ہو گئے ' کچھ بھی نہیں ہے ۔ ملک مقروض ہے پچیس ارب ڈالر کا ' پچیس سو کروڑ ڈالر کا ۔ ایک سو تیس سو کروڑ ان نادہندگان نے کھایا ہوا ہے ' چار سو بندے کے پاس ملک کا سرمایہ ایک سو تیس سو کروڑ ہے ۔ ایک سو تیس ارب ڈالر اسے پھر چالیس سے ضرب دیں ' ایک سو تیس ارب کو پھر چالیس سے ضرب دیں تو کھربوں روپیہ اس ملک کے چار سو بندوں کے پاس ہے اور چودہ کروڑ بندہ جو ہے وہ پچیس سو ڈالر کا پچیس سو کروڑ ڈالر کا مقروض اور غلام بنا ہوا ہے ۔ انہوں نے وہ سارا جو باہر سے آیا وہ بھی انہوں نے لوٹا اور جو یہاں پیدا ہوا وہ بھی انہوں نے لوٹا اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ایک سو تیس کروڑ روپیہ ان کا پاکستان میں نہیں ہے ' باہر ملکوں میں ہے ان کے بنکوں میں ہے ۔ تو پھر باہر والے وہ سارا ضبط کر لیں ' وہ پچیس ارب ڈالر کے عوض ایک سو تیس ارب ڈالر ضبط کر لیں اور ان سب کو بھی لے جائیں ۔ آئندہ تو اس ملک کی جان چھوٹے ۔ اور اگر ہم اب بھی احساس نہیں کرتے تو حد ہو چکی ' مزے کی بات یہ ہے کہ اس ملک پر سب سے پہلی وزارت جو بنی ہمارے وزیر اعظم پہلے پہلے لیاقت علی خان صاحب تھے ۔ لیاقت علی خان صاحب نواب تھے ان کی اہلیہ جو نواب خاندان کی تھیں اسے کوئی نہیں جانتا ۔ جس خاتون نے اس ملک پر حکومت کی وہ ایک ہندو لڑکی تھی جو ان کی کالج فیلو تھی اور بیگم رعنا لیاقت علی خان کے نام اس ملک کی خاتون اول رہیں ۔ تماشا دیکھو کہ ہندو جان لینے کو پھرتا ہے پاکستان کی اور ہندو کی بیٹی خاتون اول ہے اس ملک پر ۔ سب سے پہلی کابینہ میں سب سے پہلے وزیر اعظم کی ۔ یار اگر وہ مسلمان ہو گئی تھی تو مسلمان بن کر ملک میں رہتی ۔ ملک پر حکومت کرنے کا تو اسے حق نہیں تھا ۔ کسی دل جلے نے گولی چلا دی ' شہید ہو گئے اور اچھی بات ہے ۔ اللہ کرے آج کے سارے حکمران بھی شہید ہو جائیں ۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔ اللہ انہیں جنت لے جائے اس ملک کی جان چھوٹ جائے ۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارے قدیم نسخے عرب سے اکٹھے کیے ۔ قرآن حکیم کے اور صحیح اور اصلی اور واحد قرات پہ جمع کرا کے فرمایا ۔ یہ سارے الگ الگ وساوس پیدا کر رہے ہیں ۔ کسی نے کوئی قرات لکھ رکھی ہے کسی نے کوئی قرات ۔ یہ سارے مقدس ہیں ' یہ سارے پاکیزہ ہیں ' یہ ساری اللہ کے کلام ہیں لیکن لوگوں کو CONFUSE کر رہے ہیں ۔ سب کو جلا دیا جائے وہ سارے جلا دیئے گئے اور قرات واحدہ پوری دنیا میں تقسیم فرمائی ۔ چودہ سو سالوں میں مسلمانوں کو پھر کوئی CONFUSION نہیں ہوئی ۔ اگلے دن ایک دوست تجویز کر رہا تھا کہ سیاسی لیڈروں ' علماء ' پیروں سمیت ان ساری مقدس ہستیوں کا احترام اپنی جگہ پر انہیں جلا دیا جائے کہ یہ لوگوں کو کنفیوز CONFUSE کر رہے ہیں ۔ جنت میں جائیں موج کریں ۔ انکی عزت اپنی جگہ ' احترام اپنی جگہ ' ادب اپنی جگہ ' ان کا کہنا صحیح لیکن اب جنت جانا چاہئے کہ یہاں یہ کنفیوژن پھیلا رہے ہیں اور میرے خیال میں بڑا موزوں علاج ہے اور اگر لوگوں نے کیا تو پھر ایسا ہی ہو گا ۔ تو اب اللہ کرے کہ یہ بھی جنت چلے جائیں میں بات کر رہا تھا لیاقت علی شہید کی ۔ بیچارے شہید ہی ہوتے ہیں خواہ ملک کو ساری عمر روندتے ہی رہیں ۔ ان کے بعد خواجہ ناظم الدین کی اسمبلی آگئی اور محمد علی بوگرا امریکہ سے میم لائے اور اس میں تین چار اور وزیروں کے پاس بھی تھیں ۔ پھر آپ کو بھی معلوم ہے ملک فیروز خان نون صاحب آئے جو نونوں کی بیٹی جو پاکستان کی بیٹی پنجاب کی بیٹی تھی اسے کوئی نہیں جانتا جو میم لائے وہ وقار النساء نون کے نام سے ایوب خان کے زمانے تک حکومت میں عیش کرتی رہی اور مختلف عہدوں پہ فائز رہی ۔ اس کے بعد سکندر مرزا آ گئے ۔ ماشاء اللہ سکندر مرزا ناہید مرزا لے آئے ۔ پھر بھٹو صاحب آگئے ۔ وہ نصرت بھٹو لے آئے ۔ ان کا بیٹا غنوی بھٹو لے آیا ۔ اب عمران خان دھاڑ رہا ہے وزارت عظمی کے لئے ' یہ جمائما لے آیا پتہ نہیں شمائما لے

آیا کیا لے آیا۔

تو کیا اس ملک کے مقدر میں یہی ہے کہ یہاں نہ کوئی مرد پیدا ہوتا ہے نہ یہاں کوئی بیٹی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں کی بیٹیاں صرف جھاڑو دینے کے لئے ہیں اور غیر قوموں کی غیر ملکوں کی بیٹیاں کلمہ پڑھیں خواہ دل سے پڑھیں خواہ اوپری دل سے پڑھیں ۔ بچے دینے کے لئے تو وہاں گھونسلے ہیں ان کے ولایت جاتی ہیں ۔ اب عمران خان کا بیٹا تو یہاں پیدا نہیں کیا اس نے کہ وہ یہاں کا شہری بن جائے گا۔ بیٹے کی پیدائش کے لئے تو ولایت چلی گئی ۔ گھونسلا تو وہیں ہے حکومت کرنے کے لئے یہاں تیار ہیں۔

تو یار کون اس طوفان کو روکے گا یہ میری گذارش ہے اپنے داڑھی والے بھائیوں اور دوستوں سے کہ نظریوں آتا ہے کہ اب کے بازی بغیر داڑھی والے لے جائیں گے اور تم پارسا رہ جاؤ گے اور جنہیں تم بدمعاش کہتے ہو ' بے دین اور بدکار کہتے ہو شاید وہ اللہ کے دین کے لئے کھڑے ہو جائیں کیونکہ تم نے تو دین چھوڑ دیا تم تو حوروں کے پجاری ہو گئے ۔ تمہیں اللہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں تو جنت چاہئے وہ خواہ کسی طریقے سے مل جائے۔ دین رسوا ہو ظلم دنیا پہ قائم رہے ' مسلمانوں کی آبرو لٹتی رہے ' مسلمان کافروں کی غلامی میں گروی رکھے جاتے رہیں اور تم آرام سے جنت تلاش کرتے رہو ' پھر اللہ کی غیرت کو دیکھنا جب میدان حشر تم جنت مانگنے جاؤ گے وہ تمہارے ساتھ حساب کر لے گا۔

اللہ توفیق دے ' مسلمانوں کی غیرت اسلامی جاگے ' یہ باتیں عام آدمی کی سمجھ میں آئیں ' عام مسلمان کی سمجھ میں آئیں ' ان باتوں سے دور رکھا گیا ہے عام آدمی کو کوئی نہیں بتاتا اور بتاؤ تو ناراض ہوتے ہیں ' خفا ہوتے ہیں ' حکومت مل جاتی ہے چور چور کا شور کر کے اب سیاست دانوں سے چوروں نے سیکھ لیا ۔ میں کل خبروں میں پڑھ رہا تھا کہ کوئی ایک محلے میں چور آئے اور انہوں نے چور چور کا شور مچا دیا اور سارا محلہ ایک طرف بھاگ گیا اور ان میں سے بھی دو آدمی آگے چور چور کرتے بھاگ رہے ہیں اور باقیوں نے پیچھے سارے محلے کے گھر لوٹ لئے۔ یہ انہوں نے سیاست دانوں سے سیکھ لیا چوروں نے بھی کہ یہ چور چور کر کے خود ہی اپنوں کو پھر گھما پھرا کر وہاں بٹھا دیتے ہیں تو خدا آپ لوگوں کو توفیق دے اب ایک بار سہی اب ووٹ اپنے لئے نہیں اللہ کے دین کے لئے دیجئے ۔ اور یہ منوائیے حکومت سے کہ وہ شرائط جو آئین میں موجود ہیں وہ بعینہٖ اسلامی شرائط ہیں اور ہر امیدوار ان شرائط کے مطابق نہیں ہے تو پھر آپ رہنے دیں الیکشن پھر اس کی ضرورت نہیں ۔ پھر اس الیکشن کا کیا فائدہ ' پھر تو وہ تماشا ہے ' پھر تو وہ بے دینی ہے اور آپ پھر سے بدمعاشی کر کے چار چوروں کو ہم پر مسلط نہ کیجئے ۔ یہ کہاں کا احتساب ہے اور کہاں کا انصاف ہے کہ جس ڈاکے میں جس میں مہران بنک کو لوٹا گیا اور ایک سو بیس کروڑ کا فراڈ ہے اس میں صدر مملکت کا نام نامی بھی آتا ہے اور عدالت نے کہہ دیا کہ یہ سارا غلط ہے آپ نے جو چوٹی میں زمینیں خریدیں وہ بھی ڈاکے کے پیسے اور مہران بنک کے پیسے ہیں جس چوری میں آپ ہیں وہ غلط ہے تو اس کا مطلب ہے دوسرے چوروں کو بھی معافی مل جائے گی ۔ کونسا احتساب ہو گا ' احتساب کا مزا تو تب تھا کہ آپ اپنا حساب بھی دیتے تو یہ سارا دھوکہ ہے قوم کے ساتھ اس کے مقابلے میں کھڑے ہوئیے ۔ اپنی جان پیش کیجئے ' اپنے مال پیش کیجئے اور موقع ہے اللہ کی بخشش پالیجئے اور یہ ثابت کیجئے کہ اسلام ابھی لاوارث نہیں ہے ۔ اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔

دعائے مغفرت

صاحب مجاز ساتھی شکیل احمد صاحب (سرگودھا) کے بھائی اور حافظ غلام جیلانی صاحب اور حافظ غلام قادری صاحب کے بھائی غلام یزدانی وفات پا گئے ہیں ۔

انکے لیے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے ۔

عبادت

مولانا محمد اکرم اعوان

مومن کی شناخت یہ ہے کہ عبادات الٰہیہ میں تساہل نہ کرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے جس کا ترجمہ اس طرح بنتا ہے کہ مومن اور کافر میں صلوٰۃ ہی کا فرق ہے مومن نور ایمان کی بدولت اللہ کی عبادت سے سرفراز ہوتا ہے جس نعمت سے کافر کا کفر اسے محروم رکھتا ہے بحالت کفر کسی کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی کہ وہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو ایک اور ارشاد عالی ہے کہ جس نے جان بوجھ کر عبادت یا صلوٰۃ یا نماز چھوڑ دی **فقد کفر** اس نے کافروں جیسا کام کیا۔ اللہ کی عبادت رکوع و سجود فرائض پنجگانہ یہ مومن کی پہنچان ہے یہ شناخت ہے مومن کی لیکن یہ میری شناخت ہی نہیں یہ ایک قوت پیدا کرتی ہے ایک شعور پیدا کرتی ہے ایک طرح کا ادراک بخشتی ہے کہ جب تمہیں عبادت الٰہی نصیب ہو۔

ارکعو اواسجدوا واعبدوا ربکم اپنے پروردگار کی عبادت کرو **وافعلو الخیر** اور پھر نیک کام کیا کرو۔ ہمارے ہاں ایک بڑا غلط العام محاورہ ہے کہ اللہ کی عبادت ادھاری مزدوری ہے اور مرنے کے بعد اس کا اجر ملے گا۔ اور دنیا میں تو اس سے تکلیفیں ہی آتی ہیں یہ غلط ہے یہ صحیح نہیں ہے اللہ وہ کریم ہے جس نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ کسی سے اگر کوئی مزدوری کراؤ تو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے اسے دے دو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح فرما دیا کہ پہلے اجرتیں طے کر دو اور پھر اس کا کام کرنے کے بعد اسے پریشان نہ کرو مخلوق کے لئے اس طرح کا قانون بناتا ہے اور خود اپنی مزدوری ادھار کرتا ہے ایسا نہیں ہے ہر سجدہ پر رکوع پر تسبیح پر ذکر پر یاد الٰہی کا لمحہ اپنا اجر دے کے جاتا ہے اور وہ اجر کیا ہوتا ہے رکوع کرو سجود کرو واعبدوا ربکم اپنے پرودگار کی اطاعت کرو یہ نماز کا اجر ہے اس کی مزدوری ہے **واعبد اللہ** نہیں کہا یہاں واعبدوا ربکم۔

رب کہتے ہیں اس ہستی کو جو ساری ضرورتیں سارے زمانوں میں ہر وقت ہر جگہ پوری کر رہا ہے۔ اللہ کی اطاعت سے بندہ تب باز آتا ہے جب اس کی امیدیں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے وابستہ ہوتی ہیں کوئی دکان سے دولت سے اتنا پیار کر لیتا ہے کہ وہ دکان کا دروازہ بند کر کے سجدہ کرنے کے لئے نہیں جانا چاہتا کوئی اپنے روزمرہ کے مشاغل سے مزدوری سے کام سے کوئی اپنی ملازمت سے کوئی کسی کی خوشامد سے کوئی حکومت سے کوئی اقتدار سے کوئی کسی نہ کسی شعبے سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میرے لئے عزت اس میں ہے میرے لئے بقا اس میں ہے میرے لئے تحفظ اس میں ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی امید اللہ رب العلمین سے رکھنی چاہئے۔ اگر ان سب چیزوں کی توقع اللہ سے ہو تو پھر مزدوری عبادت بن جاتی ہے دکان داری عبادت بن جاتی ہے ملازمت عبادت بن جاتی ہے کاشتکاری عبادت بن جاتی ہے اس لئے کہ پھر جب امیدیں اللہ **رب العلمین** سے ہیں تو یہ کام اللہ کی یاد یا اس کے فرائض کی راہ میں آڑ نہیں بنتے بلکہ ان سے زیادہ توجہ سے عبادت کرتا ہے کہ ان کاموں پر بھی نتائج اس نے مرتب کرنے ہیں۔ کاروبار سے منافع تب ہو گا جب اللہ دینا چاہے گا ملازمت سے تب منافع ہو گا جب اللہ چاہئے گا عزت تب ملے گی جب وہ دینا چاہئے گا مصیبت سے تب بچوں گا جب وہ بچانا چاہئے گا پھر یہ سارے کام اس لئے کرتا ہے کہ اللہ

نے اس پر فرض کر دیئے کہ رزق حلال تلاش کرنا بھی فرض ہے تو جس طرح نماز روزے کا ثواب ہے اسی طرح کسب رزق حلال کا بھی ثواب ملتا ہے اور وہ عبادت بن جاتا ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ مومن کی دنیا بھی دین ہے مومن جو دنیا کا کام کرتا ہے وہ بھی دین ہے اور کافر جو دین کا کام کرتا ہے کافر کا دین بھی دنیا ہے کہ وہ جتنی رسومات مذہب کے نام پر ادا کرتا ہے وہ بھی دنیوی فوائد کے لئے کرتا ہے اللہ کے ساتھ تو اس کا ایمان ہی نہیں تو کافر کا دین بھی دنیا ہے اور مومن کی دنیا بھی دین ہے تو صلوٰۃ کا یا نماز کا یہ اجر ہے کہ

واعبدوا ربکم تمہاری امیدیں اللہ رب العلمین سے وابستہ ہو جائیں اور اس کی اطاعت اختیار کرو۔ یعنی اگر **لعلکم تفلحون** تاکہ تم بہتری کو فلاح کو پاسکو کامیابی کو پاسکو اگر عبادت اتنا رنگ لائے اگر اپنی نمازوں میں ہمارے سجدوں میں وہ اثر آجائے اللہ ہمیں نصیب کرے کہ ہمارے رکوع و سجود میں وہ قوت آجائے کہ ہم غیر اللہ سے امیدیں منقطع کر کے رب العلمین سے وابستہ ہو جائیں اور اغیار کی غلامی کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اپنالیں تو توفیق خیر ارزاں ہو جائے گی اور جسے توفیق خیر ارزاں ہو جائے گی وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے قابل ہو گا۔

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ اب یہ جہاد شروع ہو گا اپنی ذات سے قیام عبادات طریقہ عبادت کا سیکھنا وضو نماز روزے کے طریقے سیکھنا نہیں آتے تو گزارا نہ کریں پتہ ہے ہم کیا کرتے ہیں بڑے بوڑھوں نے دادی اماں نے جو سکھا دیا تھا

> **تمہارے سجدوں سے بے نیاز ہے اسے تمہارے سجدوں کی ضرورت نہیں ہے تمہاری نیکیاں اس کے کسی کام کی نہیں بلکہ یہ سب کچھ تمہاری اپنی بہتری اور فلاح کے لئے ہے۔**

ربوبیت باری پہ اعتماد پختہ ہونا شروع ہو جائے تو سمجھ لو کہ نمازیں رنگ لا رہی ہیں نماز کا اجر مل رہا ہے عبادت کا اثر ہو رہا ہے۔

وافعلو الخیر۔

نماز کا یہ اثر ہے کہ آپ کو نیکی کی توفیق ارزاں ہو جائے گی بھلائی کرنے لگیں گے آپ کا مزاج بدل جائے گا اس طرح دوسری بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے اور یہ سب اس لئے کرو کہ اللہ تمہارے سجدوں سے بے نیاز ہے اسے تمہارے سجدوں کی ضرورت نہیں ہے تمہاری نیکیاں اس کے کسی کام کی نہیں بلکہ یہ سب کچھ تمہاری اپنی بہتری اور فلاح کے لئے ہے۔

بچپن میں پھر کسی سے اصلاح نہیں لیتے ساری دنیا تو سکولوں میں پڑھتی نہیں ہمارے سکولوں یا نظام تعلیم میں تو نماز کا بتایا ہی نہیں جاتا ہم نے بڑے بڑے پڑھے لکھے ٹرپل ایم اے ایسے دیکھے ہیں جنہیں جو نماز کا بتایا ہی نہیں جاتا ہم نے بڑے بڑے پڑھے لکھے ٹرپل ایم اے ایسے دیکھے ہیں جنہیں جو نماز یاد ہے وہ صحیح نہیں اس کا تلفظ غلط ہے وضو کے مسائل نہیں آتے وضو کرنے کا طریقہ نہیں آتا اس لئے کہ جو انہوں نے تین تین ایم اے کئے اس کے کورس میں کہیں بھی نہیں تھا اب تو کچھ اونٹ کے منہ میں زیرہ تھوڑا بہت ہے پہلے بالکل ہی نہیں تھا تو اتنے بڑے پڑھے لکھے لوگ بھی اس سے محروم تھے اکثریت جو ہے وہ انپڑھ لوگوں کی ہے تو یہ بھی جہاد ہے کہ جب ہوش سنبھالے تو وہ تلاش کرے عبادت کا صحیح طریقہ کیا ہے وضو کا صحیح طریقہ کیا

ہے نماز کے صحیح الفاظ کیا ہیں رکوع و سجود کیسے کرنا ہے پھر یہ جہاد ہے کہ اسے بروقت ادا کرنے کا اہتمام کرے اسے چھوڑنے کا تصور ختم کر دے پھر اس میں سوز اور گداز اور خشوع خضوع پیدا کرے حضور الٰہی پیدا کرے اپنے سجدوں میں جب حضور حق نصیب ہو گا تو توفیق خیرارزاں ہوگی جسے توفیق خیرارزاں ہوگی اسے وہ قوت نصیب ہوگی کہ وہ برائی کے مقابلے میں میدان عمل میں شمشیر بکف آئے جس کا اپنا ایمان صاف نہیں جس کے اپنے نظریات درست نہیں جس کے اپنے معاملات درست نہیں جس کی اپنی عبادات درست نہیں وہ اسلام کے لئے جہاد کرنے کس وقت جائے گا یہ جہاد کے نام پر شاید لڑ تو سکے جہاد کے نام پر شاید مارا جائے جہاد کے نام پر دس بندے مار بھی دے لیکن جہاد تو نام ہے برائی کو مٹانے اور بھلائی کو زندہ کرنے کا حق کو قائم کرنے اور باطل کو مٹانے کا نام ہے جہاد تو حق کا ساتھ وہ خود نہیں دے رہا حق کو قائم کب کرے گا؟ اس مجاہدے کی باری اللہ کریم نے ان آیات مبارکہ میں اس ترتیب سے رکھی۔

کہ اللہ کی عبادت سے بنیاد شروع کرو عبادات کے اوقات ان کی ادائیگی ان کے الفاظ ان کے طریقے وہ سارے ازبر کرو پھر اس میں حضور حق پیدا کرو تمہیں توفیق خیر نصیب ہوگی اور اس کے بعد وجاہدوا فی اللہ حق جاھدہ پھر جہاد کرو اللہ کی راہ میں اور ایسا کرو کہ جہاد کرنے کا حق ادا ہو جائے پھر زمانہ یہ ماننے پر مجبور ہو جائے کہ کسی نے اللہ کے لئے اللہ کے دین کے لئے نیکی کے احیاء کے لئے برائی کے مقابلے کے لئے کوئی کچھ کر گزرا یہ شان آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ والہ وسلم کی ہے

ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلی وسلم کا عمومی طرز حیات کیا تھا آپ نے فرمایا کان خلقہ القران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کا قرآن گواہ ہے جو کچھ قرآن بیان کرتا ہے جو کرنے کو کہتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جس سے روک دیتا ہے اس سے رک جایا کرتے تھے آپ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ یا معمولات عالیہ سمجھنا چاہتے ہیں تو قرآن کو پڑھتے جاؤ انہی کی حکایت بیان کرتا ہے اب ان آیات مبارکہ کی تشریح بھی ہمیں وہیں سے تلاش کرنا ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی پیشانیاں بتوں کے آگے سے اٹھا کر بارگاہ الوہیت میں جھکائیں اور صحرائے عرب کے دور افتادہ ایک چھوٹے سے گاؤں سے چند چرواہے چند غلام چند کاشتکار کوئی پیشہ ور جنگجو نہیں کوئی پیشہ ور فوج نہیں کوئی تربیت یافتہ افراد نہیں عام دیہاتی جمع ہوگئے

وافعلو الخیر۔ اور وہ مجسم خیران کا وجود خیر کی دلالت بن گیا اور پھر وہ میدان جہاد میں اترے اور ان مٹھی بھر دیوانوں نے روئے زمین کی بڑی بڑی ظالم وجابر سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے تاریخ عالم کا دھارا بدل دیا انسانی سوچوں کا رخ تبدیل کر دیا آج بھی موجودہ زمانے کے ماہرین جنگ بھی اس فلسفے کو نہیں سمجھ سکے کہ یہ مٹھی بھر صحرانشین کس طرح سے روئے زمین پر چھا گئے اور قیصروکسریٰ جیسی بڑی بڑی سلطنتوں کو کس طرح سے انہوں نے پاش پاش کر دیا یہ کیسے ممکن ہوا تھا۔ یہ تھا

وجاھدوافی اللہ حق جہادہ کہ تاریخ بھی ماننے پہ مجبور ہو جائے کہ کسی نے کچھ کیا ہے اور اس کے بعد اپنے احسانات شمار فرماتا ہے اس لئے بھی کہ اللہ تمہیں یہ کرنے کا حکم دے رہا ہے تمہیں کرنا چاہئے لیکن تم تو وہ لوگ ہو۔

ھو اجتبٰکم تم تو وہ لوگ ہو جنہیں اس نے اپنے لئے اپنی مخلوق میں سے چن لیا ہے تم اپنے آپ کو نہیں سمجھ سکے تم کتنے خوش نصیب ہو کہ کتنی مخلوق پڑی ہے اس کی جو رات دن بگٹٹ دوزخ کی طرف بھاگی جا رہی ہے جو کفر میں غرق ہو رہی ہے جو برائی میں ڈوبی ہوئی ہے جس نے بے حیائی کو اپنا

نصیب سمجھ لیا ہے حرام حلال کی تمیز اٹھ گئی ہے کتنی مخلوق ہے اور یہ خیال کرو کہ تمہیں اپنی ذات سے آشنائی عطا کر کے اپنا بنا کے اس نے تم پر کتنا احسان کر دیا کتنا کرم ہے اس کا کہ اس نے اپنی ساری مخلوق میں سے تم کو اے مسلمانوں اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔

و ما جعل علیکم فی الدین من حرج اور تمہیں مذہب وہ عطا کیا ہے جس نے تم پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو خلاف مزاج انسانی ہو کسی ایسی بات سے نہیں روکا جس کی انسانی طلب کر سکتا ہے جس سے لے کر مال و دولت تک گھر بار سے لے کر اولاد تک کسی خواہش سے منع نہیں کیا شادی کرو گھر بناؤ دولت کماؤ مکان بناؤ گاڑیاں رکھو اچھے کپڑے پہنو اس نے تمہیں دنیا میں بھی خوبصورت طریقے

ملتہ ابیکم ابراہیم اطاعت کا وہ انداز جو تمہارے باپ ابراہم علیہ السلام کا تھا انداز اطاعت تم سے اس نے وہ پسند کیا جو تمہارے جد اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کا تھا کہ اللہ کریم نے بچپن سے لے کر ماں کی گود سے لے کر اب گور جانے تک بڑی سے بڑی آزمائش میں مبتلا فرمایا بڑی سے بڑی قربانی طلب کی اور ہر موقع پر اس اللہ کے بندے نے قربانی دینے کا حق ادا کر دیا بچپن سے والدین سے حکومت سے پھر ہجرت میں راستے کے حکمرانوں سے پھر بیت اللہ کا سفر پھر بیوی اور بچے کو وہاں چھوڑنا پھر تعمیر بیت اللہ پھر آخر عمر میں بیٹے کی قربانی تک زندگی کا ہر لمحہ آزمائش بنتا گیا اور اللہ کا وہ خلیل ہر قربانی پہلے سے زیادہ پیار اور خوشی کے ساتھ قبول کرتا چلا گیا ادا کرتا چلا گیا اور فرمایا اس ابراہیم علیہ السلام کو تم پر فخر تھا اسے

> صاف ستھرے رہو پاکیزہ رہو سچ بولو حلال کماؤ حلال کھاؤ اور دوسرے کا حق مت چھینو اپنا کسی کو چھیننے مت دو

سے زندہ رہنے کا سلیقہ سکھا دیا اور اسی کو تمہارا دین بنا دیا اگر وہ منع کر دیتا کہ تم زندگی بھر کپڑا نہیں پہن سکتے بدھ کے بھکشوؤں کی طرح ایک چادر لئے ہوئے ننگے ننگے پھرو تو کتنا غیر فطری ہوتا اگر وہ ہندو برہمنوں کی طرح کہتا کہ جٹا دھاری بن جاؤ کبھی بالوں میں تیل کنگھی نہیں کرنا ان میں چھائی ڈالتے رہو تو جن لوگوں نے دیکھے ہیں وہ جٹا دھاری انہیں یاد ہے ریچھ سے کم بدبو آتی ہے ان سے زیادہ آتی تھی انسانی زندگی سے محروم تھے اس نے مذہب میں کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو تم پر بوجھ بنے صاف ستھرے رہو پاکیزہ رہو سچ بولو حلال کماؤ حلال کھاؤ اور دوسرے کا حق مت چھینو اپنا کسی کو چھیننے مت دو کتنی سیدھی سیدھی کتنی خوبصورت بات کو اس نے تمہارے لئے مذہب قرار دیا

امیدیں تھیں

ھو سمکم المسلمین اس نے تمہارا نام مسلم رکھا مان کر چلنے والے اطاعت کرنے والے تسلیم کرنے والے اللہ کی بات کو قبول کرنے والے ھو سمکم المسلمین

اسے فخر تھا تم پر کہ میری نسل میری اولاد میری قوم میرے پیروکار اسی طرح اللہ کے اطاعت گزار ہوں گے جس طرح میں نے اپنی زندگی اطاعت الٰہی میں بسر کی اللہ کے حکم کی لاج رکھو اپنے نبی کی لاج رکھو اللہ کے احسانات جان کر کہیں اپنا لو کم از کم اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی ہی لاج رکھ لو جسے تم سے اتنی امیدیں تھیں ان سب کو بھول بھلا کر تم ویسے ہی ہو گئے جیسا مسلمان جیسا غیر مسلم تم پھر کیا فائدہ تم بھی حرام کھانے لگے تم بھی سود کھانے لگے تم بھی رشوتیں لینے لگے تم

سے بھی نمازیں چھوٹ گئیں حلیئے سے لے کر کردار تک تم کافر کی تصویر بن گئے پھر کیا فائدہ ہوا کہاں رکے تم کس بات کو سمجھا تم نے پھر بڑی سخت بات کہہ دی فرمایا بات یہاں ختم نہیں ہوگی عرصہ محشر ہو گا ساری خدائی جمع ہوگی ساری کائنات میں ہر متنفس جو دنیا پہ پیدا ہوا ہے میدان میں جمع ہو گا۔

لیکون الرسول شهید علیکم اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم پر گواہی دینا ہوگی پھر وہ ہستی وہاں پہ تشریف لائے گی جسے کہہ دیا جائے گا کہ کس کس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چن لیجئے کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چن لیجئے فرمایا پچھلی کوئی بات بھی اگر تم پر اثر نہیں کرتی تو یہ تو خیال کر لو یہ تو سوچو کہ کس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے گواہی دیں گے کس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اپنائیں گے کس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں گے کہ میرا وفا شعار ہے یہ تو سوچو کتنی خوبصورت ترتیب دی قرآن حکیم نے اور کتنا دلنشین انداز اپنایا بندے کو سمجھانے کا رب العلمین نے۔ کتنا کرم ہے اس کا کیا اس کا یہ کہہ دینا کافی نہیں تھا کہ ایسا کرو بات ختم اس کا نشان اس سے بھی عظیم تر ہے کہ وہ کسی کو کچھ کرنے کو کہے مخلوق کا کام ہے کہ سدا اس کے دروازے پہ اپنی جبین نیاز رکھ کر پوچھتی رہے کہ میرے لئے کیا حکم ہے وہ اس سے بھی بے نیاز ہے کہ کس کو حکم دے اس کا شان بلند ہے اس سے چہ جائیکہ وہ اتنا کریم ہو کہ مشورے دے نصیحتیں کرے باتیں کرے پیار کرے کتنا دلنشین انداز ہے فرمایا۔

رکوع کرو سجود کرو اللہ کو اپنا رب مانو اور اپنی امیدیں اس سے وابستہ کرو کہ تمہیں نیکی کی توفیق ہو اور پھر مرد میدان بنو جہاد کرو اس کی راہ میں ایسا کرو کہ زمانے پہ مثال رہے تاریخ مجبور ہو جائے تمہارا حوالہ دینے پر کہ ایسے لوگ بھی دنیا میں تھے اگر اس طرح نہیں سوچتے تو یہ سوچو کہ تمہارے جد اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور کتنا فخر تھا انہیں تم پر انہوں نے تمہارا نام مان کر چلنے والے اطاعت گزار اطاعت شعار سر تسلیم خم کرنے والے رکھا انہیں کی لاج رکھ لو اگر تمہیں اب بھی سمجھ نہیں آئی تو پھر یہ ضرور یاد رکھو ایک وقت آرہا ہے جب کائنات میں سے تمھیں ساری خدائی میں سے اپنے بندوں کو اپنے غلاموں کو اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم الگ کر دئے گا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا کردار ایسا ہے نہیں ہے تو بتاؤ آج موقع ہے تمہارے پاس۔

وتکونو شهداء علی الناس اور جن کی گواہی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے وہ ساری انسانیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہوں گے کہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا حق ادا کر دیا تھا جن لوگوں نے اطاعت نہیں کی اس میں قصور ان کا ہے اور فرمایا یہ بھی سوچ لو کہ کیا تم اپنے آپ کو اس طرف پاتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر گواہی دیں تمہیں اپنا لیں اور تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گواہی دینے والے بنو یا کہیں خدانخواستہ ان لوگوں میں نہ دھر لیے جاؤ جن کے خلاف گواہی ثابت ہو رہی ہو کہ انہوں نے جانتے بوجھتے دیکھے سنتے نہ اللہ کے حکم کی پرواہ کی نہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد عالی کی پرواہ کی عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک عام سطح سے لے کر اعلیٰ سطح تک اکثریت جو ہے وہ اس بات کے حق میں ہے کہ ہر شخص کو اللہ کی عبادت کرنی چاہئے مسلمان کو نیکی کرنی چاہئے۔ مسلمان کو دین دار ہونا چاہئے لیکن چاہنے سے آگے بڑھنے کی کوئی بات نہیں کرتا ہر شخص کو یہ چاہئے جو ہے اس کا اطلاق دوسرے پہ کرتا ہے خود رشوت لیتا ہے خیر ہے میری مجبوری ہے لیکن لوگوں کو رشوت یعنی نہیں چاہئے خود عبادت کے لئے وقت نہیں نکالتا اپنے لئے جواز تلاش کرتا ہے دوسروں کو مجرم گردانتا ہے حتی کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے دین کے نام پر اتنا عظیم ملک عطا فرمایا پچاس برسوں میں ہم نے ہر شے کو تجربہ اس ملک پر کر لیا ہر

انداز حکومت کا اگر تجربہ بھی نہیں آزمایا تو صرف اسلام کو یعنی جس نام پر ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا عقیدے اور ایمان کو تو جانے دو مختلف نظام ہائے سلطنت ہیں اور ان کے ساتھ مختلف لوگوں کا تجربہ یا ان کی امیدیں وابستہ ہیں کہ اس میں بہتری ہے اس میں یہ فائدہ ہے اس میں یہ فائدہ ہے جمہوریت میں یہ فائدہ ہے اور اس پارلیمانی جمہوریت کے لئے فوائد ہیں اور صدارتی جمہوریت کے یہ فوائد ہیں حکومت اگر بادشاہت ہو تو اس میں یہ نفع ہے یہ نقصان ہے سوشلٹ یا کمیونزم ہو اور اس میں یہ فائدہ ہے یہ سارے چلتے رہے اور ہم ہر شے کو تھوڑا بہت آزماتے رہے کہیں سوشلسٹوں کا کچھ لے کر اس میں داخل کیا مغرب سے کچھ لائے کہیں مشرق سے کچھ خریدا اور وہ سارا کچھ ہم کرتے رہے اگر محض تجربے کے طور پر بھی ہم آزما لیتے ہم نے پچاس برسوں میں تجربہ بھی نہیں کرنا چاہا اسلام کا تو پھر اندازہ کیجئے کہ ہم اپنے ایمان کو کس خانے میں رکھیں۔

کیا یہ ساری جمہوریت ہے یہی جمہوریت ہے کہ غریب کے خون کا آخری قطرہ تک بھی نچوڑ لیا جائے اور امیر امیر سے امیر تر ہوتا چلا جائے جن کا اکاونٹس ڈالروں میں ہے وہ اربوں پتی بنتے چلے جائیں اور جن کے پاس پاکستانی روپے ہیں وہ فقیر ہوتے چلے جائیں یہ عجیب جمہوری انداز ہے کہ جو غیر ملکی کرنسی میں اپنا سرمایہ رکھتا ہے اس کے سرمائے کو ضرب دیتے چلے جاؤ اور جو مزدوری کر کے شام کو اپنے ملک کی کرنسی میں مزدوری لیتا ہے اس کا اتنا کم کر دو کہ اب سو روپے کا آٹا لیا جائے تو کسی کے دس افراد گھر کے کھانے والے ہوں دو وقت کی روٹی نہیں بنتی یعنی اسے تین ہزار روپے تو صرف آٹے کے لئے مہینے کے چاہیں تو کون غریب ملازم ہے جسے تین ہزار تنخواہ ملتی ہے یہاں تو بارہ سو تیرہ سو پندرہ سو بڑا اسکیل ہے ایک عام آدمی کا ساری دنیا تو افسر یا حاکم یا ساری دنیا تو نہیں نا لگی ہوئی یہ جو مالی یہ جو لانگری یہ جو چوکیدار یہ جو سپاہی یہ جو مخلوق ہے جس کی اکثریت ہے ان کی تنخواہ کتنی ہے اور اس کا حساب کر کے بتائے کہ ان کا مہینہ کیسے گزرتا ہے اب تو غریب بیمار ہو جائے تو اس کے لئے تعویز لانے کے پیسے بھی نہیں ہیں کہ کسی پیر صاحب کو وہ سوا روپیہ دے کر تعویز ہی لے آئے دوائی خریدنا تو اس کے بس کی بات نہیں زندگی بچانے کی ادویات اتنی مہنگی ہیں کہ اگر مریض کو قیمت بتائی جائے تو شاید وہ مرض سے بچ جاتا قیمت سن کر مرنے کا خطرہ ہو جاتا ہے اور کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان لوگوں کا ان باپوں کا ان بھائیوں کا ان بیٹوں کا جن کے مرنے والے اس لئے مر رہے ہوں کہ دوائی نہیں خرید سکتے اور پھر اس ملک کے شہری کو چھینک آئے تو اسے غیر ملک میں بھیجا جائے علاج کے لئے اور کروڑوں روپے اس پر خرچ یہ جمہوریت ہے تو پھر ظالمانہ طریقہ حکومت کس کو کہتے ہیں۔ اور عجیب بات ہے حکمرانوں کو تو خیر جانے دیجئے وہ تو اپنی اس میں ہانک رہے ہیں اپوزیشن کا اندازہ بھی کر لیجئے کہ ایک طرف ارشاد ہوتا ہے خلافت راشدہ کا نظام لائیں گے اور دوسرے جلسے میں فرماتے ہیں ہم اس نظام کو بچانے کے لئے لڑ رہے ہیں اس کا مطلب ہے یہی خلافت راشدہ کا نظام ہے تمہارے نزدیک اگر اسی کو بچانے کے لئے جنگ لڑ رہے ہو تو پھر تمہارا نظام یہی ہے اس کو تم خلافت راشدہ کا نظام کہتے ہو اس ساری صورت حال کا ذمہ دار میں بھی ہوں آپ بھی ہیں اور میری ذاتی رائے میں اللہ مجھے معاف کرے اگر میں غلط ہوں تو اللہ مجھے صحیح راستہ دکھائے کہ میری اپنی ذاتی رائے میں جتنے لوگ ہم مولوی اور پیر اور ہم زیادہ دین دار بنے ہوئے ہیں ہم نے اسلام کا راستہ روک رکھا ہے ہم میں سے ہر ایک نے اپنا ایک الگ اسلام کا ٹریڈ مارک بنا رکھا ہے اور ہر یہ بندہ اس میں ہے کہ میرے والا جو ہے یہ رجسٹرڈ اسلام ہے یہ آئے ارے اسلام اللہ کے قانون کا نام ہے اللہ کے نبی علیہ السلام کے احکام کا نام ہے میری آپ کی رائے کا نام نہیں ہے اگر ہمارے علماء اور پیر خانوں کا مشائخ اور یہ مذہبی رہنما یہ مخلص ہو جاتے اس سے تو بھی کوئی بات بن جاتی

لیکن ہر ایک کا اپنا اپنا اسلام ہے اپنا اپنا ایک ٹریڈ مارک ہے تو اگر یہ حال ان لوگوں کا ہے جو خود اسلام کے اور مذہب کے رہنما ہونے کے مدعی ہیں تو پھر عام آدمی تو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا کیا جی عام آدمی تو ذمہ داری لینے کو تیار ہی نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے مولوی کے باپ کا مذہب ہے مولوی جانے مذہب جانے ہمارا کیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ مولوی کو دس روپے دے دے گا یا پیر صاحب کو شرینی دے کر خود کو بری کر لیتا ہے خود آزاد ہو جاتا ہے میری تو ذمہ داری ہی نہیں یاد رکھیں اسلام نہ پیر صاحب کا ہے نہ مولوی کا ہے ہر فرد کا ذاتی تعلق ہے رب العلمین سے بھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مولوی عالم یا پیر کا صرف یہ واسطہ ہے کہ وہ اس شعبے کے ماہرین ہیں اور اس شعبے میں پڑھے لکھے لوگ ہیں عام آدمی کی رہنمائی کرنا ان کا فریضہ ہے کہ کس طرح سے اپنے تعلق کو اپنے رب کے ساتھ کس طرح سے اپنے رشتے کو اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ مضبوط رکھے طریقہ بتانا سلیقہ بتانا ان کا کام ہے ذمہ داری جتنی مولوی اور پیر کی ہے اتنی میری اور آپ کی بھی ہے۔ ہم کسی مسئلے کو اپنا مسئلہ نہیں سمجھتے ہم سمجھتے ہیں یہ کوئی کہتا ہے حکومت کی ذمہ داری ہے دوسرا اپوزیشن کے ذمے لگاتا ہے تیسرا سیاست دان کے چوتھا مولوی کے پانچواں پیرا کے اور خود ہر کوئی بری ہو جاتا ہے جب کہ قرآن کہہ رہا ہے۔

لیکون الرسول شھید علیکم جمع کا صیغہ استعمال کیا قرآن نے تم میں سے ہر ایک پر ایک ایک فرد پر شہادت ہوگی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امتحان یہ آزمائش آپ میں سے ہر ایک پر گزرے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اپنائیں گے یا چھوڑ دیں گے اور یہ بات قرآن نے آخر میں کی ہے ساری نصیحتیں کرنے کے بعد پیار سے سمجھانے کے بعد مشورے دینے کے بعد حکم دینے کے بعد رب العلمین فرماتے ہیں یار اس گھڑی ہی سے ڈر جاؤ کہ عرصہ محشر میں کھڑے ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اپنے اپنے امتوں کو اپنے خادموں کو اپنے غلاموں کو اپنے پیروکاروں کو منتخب کر لیں گے الگ کر لیں گے شہادت دیں گے ان کی یا اللہ یہ میرا ہے یہ میرا اطاعت گزار ہے اس نے جو کیا میں نے وہ کرنے کا حکم دیا شہادت کیا ہوگی اس نے جس طرح عبادت کی میں نے اسے سکھائی جس طرح حج کیا میں نے اسے سکھایا جس طرح یہ روزی کماتا تھا یہ میرا حکم تھا جس طرح یہ پیسہ خرچ کرتا تھا یہ میری غلامی کرتا تھا یہ شہادت ہوگی فرمایا اس لمحے ہی کا اندازہ کر لو۔ قرآن حکیم میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔

عرصہ محشر ایسی ہولناک گھڑی ہے کہ ارشاد ہوتا ہے کافر بھی کہہ اٹھا **یلیتنی کنت ترابا** اے کاش خدا مجھے مٹی ہی رہنے دیتا مجھے انسان بناتا ہی نہیں اے کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا، تو لوگ بے تابانہ جب اٹھیں گے کچھ سجھائی نہیں دے گا تو لپکیں گے اس طرف جہاں لوائے حمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہوگا جہاں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم ہوگا برائے نام مسلمان بھی ایک دفعہ تو اسے تڑائے گا کہ میں پہنچوں وہاں راستے میں روک دیے جائیں گے۔ نبی علیہ السلام اتنا کریم ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ عرض کریں گے بار الٰہا جو میری طرف آتا ہے یقیناً تیرا ماننے والا ہے تیرا پیروکار ہے پھر اسے فرشتے کیوں روک رہے ہیں تو ارشاد ہوگا۔

کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ نام تو دین محمد رکھواتے تھے نام تو ان کا غلام رسول ہوتا تھا لیکن ان کے کردار میں کہیں قرآن نظر نہیں آتا اور انہوں نے قرآن کو اپنی عملی زندگی سے خارج کر دیا تھا۔

ان قوم تخذوا ھذا القران ھجورا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی عملی زندگی سے قرآن کو الگ کر دیا تھا صرف نام سے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہیں پہنچ سکتے اللہ کا وہ دستور جس کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیھم السلام سے زیادہ مصیبتیں اٹھائیں اللہ کا دیا

ہوا وہ آئینہ حیات جسے قائم کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کو جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر واحد سجائے جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دندان مبارک شہید کرائے جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ انور چہ چر کے سہے جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی پیارے اور محبوب خادموں کو ان کے جسم کے ٹکڑوں کو لحد میں اتارا جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتیں کیں جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دنیائے کفر سے میدان میں مقابلہ کیا انہیں شرم نہ آئی کہ انہوں نے اس دستور کو اپنا دستور حیات نہیں بنایا اور پھر میں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے دوں۔

یہ بات نہیں ہے کہ یہاں اسلام آگیا تو پھر حکمران بن جائیں گے یہ بات نہیں ہے بات اصل یہ ہے کہ میری آپ کی ہم سب کی ذمہ داری ہماری مسلمان ہونے کی پہنچان یہ ہے کہ ہم اللہ کے آئین کو قائم کریں اس ملک میں یہ ہمارے مسلمان ہونے کے دلیل ہے اگر ہم نہیں کر سکتے تو ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ کل مردہ حشر میں یا قبر میں کہ ہم مسلمان تھے بھی یا نہیں یہ مت بھولئے یہ ساری باتیں اپنی جگہ درست کہ اسلامی نظام میں ہر ایک کو دنیوی اور دینی دونوں طرح کا فائدہ ہو گا اسلامی نظام میں یہ تفریق مٹ جائے گی کہ کوئی VIP ہے کوئی VVIP ہے کوئی ارڈنری پرسن ہے سب ایک ملک کے شہری یہ سب ایک مذہب کے ماننے والوں ہوں گے اسلام میں یہ تفریق مٹ جائے گی کہ ایک فرد کے لئے محلات کھڑے کر دو دوسرے کے پاس جھونپڑی بھی نہ ہو اگر محل ہوں گے تو سب کے لئے ہوں گے یا پھر جھونپڑیوں میں سب کو رہنا ہو گا اگر علاج کی سہولتیں میسر ہوں گی تو پورے ملک کے ہر شہری کو ہوں گی ورنہ کسی کو بھی نہیں ہوں گی اگر باہر سے منگوا کر پانی پیں گے اسلام میں یہ تفریق مٹ جائے گی یہ نہیں ہو گا کہ غریب پر ٹیکس لگاؤ اور امیر عیش کرے بلکہ امیر پر ٹیکس لگے گا جو غریبوں کو تقسیم ہو گا یہ وہ فائدے ہیں اسلام کے جو عام آدم تک پہنچیں گے۔ جان مال آبرو کافر کی بھی مسلمان ریاست میں محفوظ رہے گی یہ سارے فائدے اپنی جگہ لیکن ہماری تو پہنچان ہے کہ ہم مسلمان ثابت کرنے کے لئے خود کو آئینہ بنائیں اسلام نافذ کرنا ہماری ذمہ داری ہے ہمیں ان فائدوں کے لئے نہیں جہاد کرنا ہمیں ان فائدوں کے لئے محنت نہیں کرنا ہمیں ان فوائد کے لئے کوشش نہیں کرنا بلکہ ہماری مجبوری ہے ہماری شناخت یہ ہے کہ ہم اپنی ذات پر اسلام نافذ کریں اگر نہیں کر سکتے تو ہمارا کوئی ثبوت مسلمان ہونے کا نہیں ہے ہمارے پاس اپنے مسلمان ہونے کی ایک ہی دلیل ہے کہ ہمارے اپنے اوپر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور نافذ ہو اور باقی زندگی اس کوشش میں لگ جائے کہ اللہ کا دستور پورے ملک پر نافذ ہو یہ ہماری ذمہ داری اور ہماری پہنچان ہے ہم راستہ چلتے مرجاتے ہیں ہم دوائی کو ترستے مر جاتے ہیں ہم زندگی بھر منصوبے بناتے ہیں امیر ہونے کی خواہشیں کرتے مرجاتے ہیں جس موت میں سوائے حسرت کے ہمیں کچھ نہیں ملتا کاش ہم نفاذ دین کی آرزو لے کر مر تو جائیں نافذ نہ کر سکیں تو نہ سہی کوشش میں تو لگے رہیں رات دن کیڑوں کی طرح ہم مر رہے ہیں کون سا شہر ہے جس میں دس دس بیس بیس قتل نہیں ہو جاتے کوئی پوچھتا ہی نہیں کون سی سڑک ہے جو پاکستانیوں کے خون سے روزانہ رنگین نہیں ہوتی کون سا راستہ ہے جس پر روز لوگوں کو کچل نہیں دیا جاتا تو کوئی پوچھتا ہی نہیں اس اندھیر نگری میں جہاں ہماری زندگی کی کوئی قیمت نہیں کاش ہم میں یہ آرزو تو پیدا ہو جائے یہ خواہش تو کر سکیں یہ طلب لے کر تو مر سکیں کہ ہم اس ملک پر اللہ کا آئین اللہ کا دین اللہ کا دستور نافذ کریں گے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پھر ہمارے پلے بچتا کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

باقی صفحہ نمبر ۴۴ پہ

کس پر بھروسہ؟

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم - یا ایھا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیئاتکم ویغفرلکم ' واللہ ذو الفضل العظیم - واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ ادیان باطلہ

مذاہب باطلہ کا فلسفہ یہ ہے کہ کچھ رسومات مذہب کے نام پر ایجاد کر لی جاتی ہیں اور ان رسومات کے بجا لانے پر دنیوی انعامات کے یا مصیبتوں کے دور کرنے کے یا صحت وغیرہ کے وعدے دیئے جاتے ہیں اور وہ ایک طبقہ جو مذہبی پیشوائی اختیار کرتا ہے وہ بہت سے دوسرے لوگوں پر اپنا تقدس جتا کر انہیں اپنی خدمت پہ لگا لیتا ہے لیکن وہ مذاہب باطلہ معاشرے کے افکار پر سیاسیات پر انداز حکمرانی پر حکمرانوں پر کوئی گرفت نہیں کرتے بلکہ ان کا تعاون چاہتے ہیں اور خود اپنا تعاون انہیں پیش کرتے ہیں اور یوں دو طبقے وجود میں آ جاتے ہیں ایک بادشاہ ' حکومت ' ریاست ' ایک مذہبی پیشوائی کا اور جب بھی دین حق کا اظہار ہوا یا تو اللہ کا نبی اور رسول خود حکمران ہوا یا حاکم کو دین قبول کر کے اس کی کما حقہ اطاعت کرنا پڑی ۔ لیکن جب لوگ گمراہ ہوئے اور دین حق کی صورت بگڑی جیسے آج ہمارے پاس یہودیت اور نصرانیت کی موجودہ شکل ہے وہ ایک زمانے کے دین حقہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے ۔ دین موسوی کی بگڑی ہوئی شکل یہودیت ہے ۔ عیسی علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی بگڑی ہوئی شکل نصرانیت ہے تو جب لوگ گمراہ ہوئے تو یہ بھی اسی فلاسفی پر چلے گئے جو ادیان باطلہ کی تھی جو مذاہب باطلہ کی تھی یہ بھی وہیں جا کر رکے ۔ عیسائیت میں بھی کلیسا الگ ہو گیا اور حکومت الگ ہو گئی اور دونوں ایک دوسرے کے معاون بن گئے ۔ بادشاہ نے زور لگایا لوگوں کو کلیسا کا غلام رکھنے پر اور کلیسا نے زور لگایا لوگوں کو بادشاہ کی غلامی پر مجبور کرنے پر۔ اسی طرح یہودیت میں ان کے مذہبی پیشوا الگ ہوگئے ۔ انہوں نے اپنی ایک ریاست کے اندر ریاست بنا لی لیکن ریاستی امور کے ساتھ کبھی ان کا ٹکراؤ نہیں ہوا بلکہ اسے جواز مہیا کرتے رہے ۔ آج ان کے بگڑی ہوئی شکلیں انسان کو وہاں لے گئیں جسے خود وہ عہد جہالت کہتے ہیں ۔ وحشت و بربریت کا دور کہتے ہیں ۔ تہذیب سے عاری لوگوں کا زمانہ بتاتے ہیں ۔ تہذیب سے عاری لوگوں میں دو بڑی باتیں یہ تھیں کہ لباس کا تصور نہیں تھا ' اخلاقیات کا کوئی تصور نہیں ۔ جنسی پابندی نہیں تھی ۔ مغرب کا معاشرہ میرے خیال میں ان وحشیوں اور جنگلیوں سے جن کا اس طرح سے تذکرہ کیا جاتا ہے کسی طرح کم نہیں ہے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ واقعی ان چیزوں سے نا آشنا تھے ۔ جنگلوں میں رہنے کی وجہ سے انسانی اقدار سے محروم ہو گئے ۔ اور یہ شہروں میں رہتے ہوئے لکھتے پڑھتے ہوئے موجودہ تہذیب کے عروج کو وہاں لے گئے جہاں سے جہالت بھی شرمندہ ہوتی ہے ۔ بے لباس بھی ہو گئے ۔ جنس پر بھی پابندی کوئی نہ رہی اور کوئی اخلاقیات کا تصور باقی نہ رہا۔ دوسری بڑی بات یہ تھی کہ وہ لوگ وحشی تھے ۔ دشمن کو مار کر اس کا شکار کر کے کھا جاتے تھے ۔ انسانوں کو کھا جاتے تھے یا کوئی مسافر یا کوئی ایسا غیر معروف آدمی مل گیا اسے مار کر

کھا جاتے - یہ بڑی وحشت و بربریت تھی لیکن آج یورپ اور مغرب کے اکابرین یہ پیش کر رہے ہیں کہ جو لوگ مر جاتے ہیں انہیں آپ دفن کرتے ہیں یا جلاتے ہیں - دفن کرنے والوں کا گوشت کیڑے کھا جاتے ہیں یا بھٹی میں جلا دیتے ہیں تو وہ گوشت ضائع جاتا ہے جبکہ دنیا میں خوراک کی قلت ہے تو قانونی طور پر اجازت دی جانی چاہئے کہ مرنے والوں کا گوشت جو ہے وہ دوسرے انسانوں کے کھانے کے کام آئے - آج کی مغرب کی یہ سوچ ہے اور یہ بات آج زیر بحث ہے - تو جب یہ دین حقہ سے پلٹے تو واپس وہیں چلے گئے جہاں بے دین یا جاہل ترین لوگ تھے۔

دین اسلام کا ظہور جب ہوا تو اس میں بنیادی باتیں دو آ گئیں - ایک تو یہ بات کہ بیک وقت ساری انسانیت کے لئے ایک ہی دین قرار پایا - ایک ہی نبی علیہ السلام قرار پایا - ایک ہی رسول قرار پایا - بیک وقت ساری انسانیت کے لئے یہ ایک دین یہ ادیان کی تاریخ میں انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا ہوا ورنہ تو ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں لوط علیہ السلام بھی تھے اور درمیان میں ایک دریا یا نہر حائل تھی - اس پار جاؤ تو نبوت لوط علیہ السلام کی تھی اور انبیاء علیہم السلام بھی متعدد ملکوں میں متعدد علاقوں میں ایک وقت میں رہے - ہر ایک کا اپنا اپنا طریقہ تھا - بنیادی باتیں توحید و رسالت کی یا آخرت کی فرشتوں کی جو بنیاد ہے عقائد کی وہ ایک تھی - اعمال قوموں کے مزاج کے مطابق ان میں اختلاف بھی تھا - احکام مختلف تھے لیکن دین اسلام کا ظہور جب ہوا تو یہ ساری انسانیت کے لئے ایک دین قرار پایا اور یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا سوائے رب العلمین کے کوئی دوسرا اس طرح سوچ بھی نہیں سکتا تھا - نہ اسلام کے ظہور سے پہلے اور نہ اسلام کے ظہور کے بعد - دنیا کا کوئی دانشور - کوئی ایسا قانون، کوئی ایسا ضابطہ نہیں دے سکتا جو روئے زمین پر قابل عمل ہو - یہ بڑی عجیب بات ہے آج بھی اگر کوئی بندہ چاہے کہ ایک ایسا ضابطہ دے جو ساری دنیا پر قابل عمل ہو تو وہ نہیں دے سکتا - آپ دیکھ لیجئے - اب جمہوریت کا بڑا شور غوغا ہے - ہر ملک کی جمہوریت الگ قسم کی ہے کہیں بادشاہ ہے کہیں ملکہ ہے کہیں صدر ہے - کہیں وزیر اعظم ہے کہیں صدارتی نظام، کہیں پارلیمانی ہے یعنی کبھی وہ ایک طرح کا نہیں ہوا۔ اب برطانیہ اور امریکہ جو دو جمہوریت کے چیمپئن ہیں وہ آپس میں اپنی جمہوریت کو ایک جیسا نہیں بنا سکے - وہ ان کے مزاج اور ان کے ضرورت کے مطابق ہے - سوشلزم کا بڑا شور غوغا ہے - دو سوشلسٹ ممالک ہیں - رشیا اور چائنا - دونوں کی اقدار اپنی اپنی ہیں بلکہ دونوں اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ میں اصل ہوں اور یہ نقل ہے - یہ صحیح نہیں ہے - اس لئے کہ یہ انسان کے بس کی بات ہی نہیں کہ کوئی یہاں کا بیٹھا ہوا انسان ضابطہ بنائے جو قطب شمالی پر بھی قابل عمل ہو - جاپان میں قابل عمل ہو - رشیا میں قابل عمل ہو یا افریقہ میں قابل عمل ہو۔ ہر جگہ کا مزاج، ہر جگہ کے اوقات اس جگہ کے لوگوں کا رہن سہن سارا اختلاف جو ہے وہ اس چیز کو پنپنے نہیں دیتا جبکہ اسلام نے واقعی ایسے ضابطے دیئے جو چودہ صدیوں سے روئے زمین کے ہر ملک ہر قوم ہر طبقے میں قابل عمل ہیں اور مسلمان ان پر عمل کر رہے ہیں - دوسری بنیادی بات اسلام نے جو دی وہ یہ تھی کہ ریاست اور دین کا الگ کوئی تصور نہ رہا - اسلام نے حاکمیت اعلی جو ہے وہ رب العلمین کے سپرد کر دی اور حاکم کو اللہ کا نائب، اللہ کا خلیفہ - **خلیفه الله فی الارض** - خلیفہ سے مراد ہوتی ہے وہ ہستی جو اپنے سے اعلی، اپنے سے بالا حاکم کے احکام کی تنفیذ کا اہتمام کرتی ہے اس کا اپنا اس میں کچھ نہیں ہوتا۔ خلیفہ اس ہستی کو کہتے ہیں جو اپنے سے برتر ہستی، اپنے سے بڑے حاکم کے احکام کو رو بہ عمل لانے کا اہتمام کرتی ہو - ان میں نہ وہ کچھ گھٹا سکتی ہو نہ کچھ بڑھا سکتی ہو - اس کی ذاتی خوشی کسی کو کوئی فالتو انعام

نہیں دے سکتی ۔ اس کی ذاتی ناراضگی کسی سے کچھ چھین نہیں سکتی ۔ وہ وہی سلوک کرنے کا پابند ہوتا ہے جو جس کا وہ خلیفہ ہے اس نے کرنے کا حکم دے دیا ۔ اسلام نے انسان کو ایک دین عطا کر کے **خلیفہ اللہ فی الارض** قرار دیا ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے زمانے کا سب سے بہترین شخص جو ہے وہ دوسروں پر اللہ کے احکام کو نافذ کرنے کا ذمہ دار قرار پایا لہٰذا عہد رسالت ماٰب صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی روئے زمین پر موجود نہیں تھا تو حضور صلی اللہ علیہ ہی نبی بھی تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول بھی تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلطان بھی تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی امیر بھی تھے ۔ یوں سلطنت اور نبوت و رسالت ایک جگہ جمع ہو گئے ۔ اب اس تصور نے ایک دھماکا کیا دار الکفر میں ۔ چونکہ مکہ مکرمہ میں پہلے بھی بے شمار ادیان تھے ۔ مذاہب تھے ۔ ہر مذہب کا پجاری اپنے مذہب کے مطابق اس کا ذاتی معاملہ ہوتا تھا ۔ جہاں اجتماعی معاملات آتے ، معاشرے کی بات آتی تو پورے معاشرے کا ایک سٹرکچر تھا ۔ اس میں یہودی بھی تھے ، نصرانی بھی تھے ، آتش پرست بھی تھے ، سورج کے پجاری بھی تھے ۔ فرشتوں کو پوجنے والے ، جنوں کو پوجنے والے ، بتوں کو پوجنے والے ہر طرح کے لوگ تھے لیکن جب معاملہ ریاست کا آتا تو وہ سارے اسی ضابطے ، ایک ضابطے کو قبول کرتے تھے جو اس معاشرے میں تھا ۔ وہ غلط تھا یا صحیح تھا ، اچھا تھا یا برا تھا لیکن وہ سارے اس میں زندگی گزار رہے تھے ۔ اسلام نے اس کا انکار کر دیا ۔ یہ نہیں کہ اسلام نے صرف نیا عقیدہ یا نیا مذہب یا نیا دین پیش کیا ۔ اسلام نے ان کے اس حکومتی ڈھانچے کو بھی ماننے سے انکار کر دیا اور اسلام نے کہا کہ حاکم تو اللہ شانہ ہے اور روئے زمین پر اسی کا حکم نافذ کرنے کی اہلیت اس میں ہے جو اپنے زمانے کا بہترین انسان ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اور اب یہ اتنی عجیب بات تھی کہ مسلمان گنتی کے چند لوگ ہیں ان کے پاس وسائل نہیں ہیں کسی غیر ملکی طاقت سے کوئی تعاون نہیں ہے یا کوئی مال و دولت نہیں ہے فوج نہیں ہے اور کفر جو ہے روئے زمین پر چھایا ہوا ہے اس سارے کا مقابلہ کیسے ہو گا ۔ اس کا جواب اس آیہ مبارکہ نے جو میں نے تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے سورہ انفال کی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ ۔ اے وہ لوگو جنہیں نور ایمان نصیب ہوا ہے اگر تم اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کر لو ۔ یہاں لفظ تقوی کو استعمال کیا گیا ہے ۔ تقوی ۔ اتقوا ۔ اتقوا اللہ ۔ تقوی کیا ہوتا ہے ۔ ہمارے ہاں ، غالبا یہاں بھی ہو گا " اگر تم خدا سے ڈرو گے " ۔ ترجمے میں لکھا ہوا ہے ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کا ترجمہ خدا کرنا بنیادی طور پر غلط ہے ۔ خدا GOD کا ترجمہ ہے اور GOD کا تصور جو ہے اس کے ساتھ GODDESS کا تصور ہے ، جیسے دیوتا کی دیوی ہوتی ہے اسی طرح گاڈ کی گاڈس ہے ، بیوی ہے ، اس کی اولاد ہے ۔ اور خدا اسی گاڈ کا ترجمہ ہے ۔ اللہ کا ترجمہ اللہ ہی ہے جو کسی دوسری زبان میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا ۔ ہمارے مترجمین حضرات ، ہم ان کی گرد کے برابر بھی نہیں ہیں انکی عظمت اپنی جگہ ، لیکن یہ بات قابل قبول نہیں ہے ۔ اللہ کا ترجمہ اللہ ہی صحیح ہے ۔ کسی دوسری زبان میں کوئی متبادل لفظ نہیں ہے ، تو تقوی ہوتا ہے یہ جو ڈر انہوں نے لکھ دیا نا ۔ ڈر کی کتنی قسمیں ہیں ؟ ایک ڈر ہے دشمن کا ، ایک ڈر ہے بیماری کا ، ایک ڈر ہے نقصان کا ، ایک ڈر کسی موذی جانور کا ہے ، کسی چور ڈاکو کا ، کتنی قسمیں ڈر کی ہیں ۔ یہ کونسا ڈر ہے جسے آپ تقوی کہیں گے ؟ اگر کسی سے آپ کا اتنا تعلق ہو جائے کہ آپ ہر حال میں اسے ناراض کرنے کا سوچ بھی نہ سکتے ہوں تو وہ ڈر جو ہو گا وہ تقوی کہلائے گا ۔ جیسے ہمارے عزیز باہر ممالک میں ہوتے ہیں یا گھر پہ نہیں

ہوتے ۔ الیکشن جیسے اب آگیا ۔ ہم کہتے ہیں بھئی وہ اس پارٹی کو پسند کرتا ہے میں اس کی عدم موجودگی میں دوسری طرف ووٹ نہیں دوں گا وہ مجھ سے ناراض ہو گا اس کی ناراضگی میرے لئے ممکن نہیں ۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ لوگ مر جاتے ہیں لیکن وہ جو کہہ گئے تھے یا جو ان کا نظریہ تھا ہم اس کو نبھاتے رہتے ہیں کہ میرے باپ کا خیال یہ تھا میرے بھائی کا خیال یہ تھا وہ اس آدمی سے صلح نہیں کرتا تھا ۔ وہ اس آدمی سے خفا تھا ۔ میں اس سے خفا رہوں گا میں اس سے صلح نہیں کروں گا ۔ یہ جو رشتہ ہوتا ہے یہ جو RELATIONSHIP ہوتی ہے ہر حال میں اس دوسرے کی پسند کو مقدم رکھا جائے ۔ نفع ہو یا نقصان ' خوشی ہو یا غم لیکن کریں گے وہی جو وہی چاہتا ہے ۔ اس لئے کہ اس کی پسند کے خلاف ہوا تو وہ ناراض نہ ہو جائے ۔ یہ خطرہ تقوی کہلاتا ہے ۔ جب ایسا تعلق اللہ سے ہو جائے کہ بندہ کسی بھی حال میں اس کی ناراضگی برداشت نہ کرے تو یہ تقوی کہلاتا ہے اور اسے کہتے ہیں اتقوا اللہ یا تقوی ۔ اللہ کریم نے فرمایا:

ان تتقوا اللہ ۔ یعنی اگر تم کافروں سے ڈرنے کی بجائے حالات سے ڈرنے کی بجائے معاشرے سے ڈرنے کی بجائے ' ہم کہتے ہیں امریکہ ناراض ہو جائے گا ' ہم کہتے ہیں ہمارا یہ معاشی سسٹم چل نہیں سکے گا ۔ یہ بھی تو ایک ڈر ہے ہمارے اندر ۔ یہ ڈر ہے کہ ہمارے سیاست دان خفا ہو جائیں گے ۔ حکومت ناراض ہو جائے گی ۔ کتنے ڈر ہیں فرمایا اگر ان سب کی جگہ اگر تم ایک ڈر رکھو کہ میں نے اگر یہ کام یا ایسا نہ کیا تو اللہ ناراض ہو جائے گا ۔ **ان تتقوا اللہ** ' اگر **تمہارے فیصلوں کا مدار اللہ سے تعلق پر ہو اور تم یہ برداشت نہ کر سکو کہ اللہ کو ناراض کرو تو پھر گھبرانے کی کوئی بات نہیں ۔ یجعل لکم فرقانا** ' " وہ تمہیں سب سے الگ اور ممتاز کردے گا وہ قادر ہے وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے ۔ وہ تمہیں رسوا نہیں ہونے دے گا ۔ وہ تمہیں کسی کے سامنے سرنگوں نہیں ہونے دے گا ۔ وہ تمہیں تباہ نہیں ہونے دے گا بلکہ تم اس بات پر جم جاؤ پھر انسان ہو انسان سے خطائیں بھی ہوتی ہیں ' سستیاں بھی ہوتی ہیں ' کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں لیکن نظریہ طے کرلو کہ مجھے کرنا وہ ہے جو میرے رب کو پسند ہے تو وہ تمہاری غلطیوں سے بھی در گزر فرمائے گا ۔ انسانی کمزوریوں سے بھی در گزر فرمائے گا۔ بحالت بشریت بتقاضائے بشریت جو تم سے غلطیاں ہو جاتی ہیں ان سے بھی در گزر فرمائے گا ۔ **ویغفر لکم** ' اور تمہیں بخشے گا ' انعامات سے نوازے گا ۔ **واللہ ذو الفضل العظیم** ' اس لئے کہ اللہ بہت بڑے کرم کا مالک ہے ۔ تم سمجھ نہیں سکتے اس کی مہربانیوں کا سمندر کتنا وسیع ہے اس کے کرم کا سمندر کتنا ناپیدا کنار ہے ۔ اب مسلمان واقعی اس بات پر جم گئے۔

وہ تو الحمد للہ صحابہ کرام ہی تو قرآن کے مثالی مسلمان تھے جنہیں اللہ نے آنے والی ساری انسانیت کے لئے آئمہ ھدی بنا دیا ' یعنی جو جو بات قرآن نے کہی اسے صحابہ نے ثابت کیا کہ یہ قابل عمل ہے ۔ سب سے پہلے وہ لوگ جو قرآن کے مخاطب تھے ' جو قرآن کے مثالی مسلمان تھے اور وہ لوگ جن پر دین کو پہنچانے کا بھروسہ کیا ' رب نے اور رب کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ نبی علیہ السلام جزیرہ نمائے عرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے جب کہ دین پوری انسانیت کے لئے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تیار فرما کے ان کی تربیت فرما کے قرآن مکمل ہوا تو ان کے سپرد کر دیا اور انہوں نے روئے زمین پر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام پہنچا دیا یعنی کارکن فریضہ نبوت کے ۔ تو انہوں نے وہی تعلق اللہ سے نبایا جس کا اس آیت میں مطالبہ کیا جاتا ہے ۔ اس طرح کا بھروسہ اللہ پر کیا اور حالات بظاہر یہ تھے کہ زندہ رہنا محال ہے ۔ نبی علیہ السلام کو لوگ کبھی قید کرنے کی سوچتے

ہیں ، کبھی معاذ اللہ قتل کرنے کی سوچتے ہیں ، کبھی ملک سے نکالنے کی ۔ تین ہی صورتیں ہیں کہ یا تو اس بندے کو قتل کر دیا جائے یا ہمیشہ کے لئے کسی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پھینک دو ، نہ کوئی ان کی بات سنے نہ انہیں کوئی سنا سکے یا پھر کم از کم ملک سے نکال دو ۔ یہ یہاں نہ رہیں ۔ نوبت بایں جا رسید ۔ ہم بڑے مقدس ، بڑے پارسا ، بڑے پیر صاحب ، بڑے عالم ، بڑے نیک رہنما ، سیاست دان بھی ہمارا ادب کرتے ہیں ۔ حکمران بھی ہمارا ادب کرتے ہیں ۔ اپوزیشن بھی ہمیں سلام کرتی ہے ، حکومتی پارٹی بھی ہم سے دعا لینے آتی ہے ، چور بھی ہمارے نام کی منت مانتا ہے ۔ جس کا گھر لٹتا ہے وہ بھی ہمیں پکار رہا ہے کہ میری حفاظت کرنا لیکن وہ ہستی جس نے کائنات کو پارسائی عطا کی ، وہ ہستی جو مجسم رحمت پروردگار ہے ، وہ ہستی جس کا سراپا تقدس کی مثال ہے انسانیت میں ، اور جس کے جسد اطہر سے ، قلب اطہر سے ، نور اطہر سے ، تعلیمات سے ، برکات سے ، جہاں کہیں کوئی نیکی ہے اسی کے جمال کا پرتو ہے ، اسے شہر سے نکالنے پہ کیوں تیار ہیں ۔ بھئی ہمیں ہندو بھی سلام کرتا ہے ۔ مسلمان بھی سلام کرتا ہے ۔ پیر صاحب ہیں ، نیک ہیں ، بزرگ ہیں ، اپوزیشن والا بھی سلام کرتا ہے ، حکومت والا بھی سلام کرتا ہے ، اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم پر سارے راضی ہیں تو ہم شاید دین دار نہیں ۔ دنیادار ہیں ۔ لوگوں کی خوشامد کرتے ہیں ، حق بات کا اظہار نہیں کرتے ، کھری بات نہیں کہتے ، سچ نہیں بتاتے ، اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کے لئے کام نہیں کرتے ، تب دنیا کے حاکم ہم سے خوش ہیں ۔ جب بھی ہم زبان کھولیں گے ہر وہ طاقت جو خود کو فرعون منوانے پر مصر ہے وہ ہمارے خلاف کھڑی ہو جائے گی اور یہ طے شدہ بات ہے ۔ اس میں کوئی ابہام نہیں ۔ یہی دین ہے ، یہی راستہ ہے اتباع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ۔ یہی راستہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچنے کا کہ آپ اللہ پر بھروسہ کریں اور حاکمیت اعلیٰ جو ہے وہ اللہ کی مانیں بھی اور منوانے کے لئے بھی سر بکف ہو جائیں ۔ یہی اسلام ہے اور یہ مسکین سا اسلام جو کافرانہ نظام کو بھی آمنا و صدقنا کہتا ہے جو سودی نظام میں بھی نمازیں پڑھے جا رہا ہے ۔ اگرچہ مساجد کی تعمیر میں سود شامل ہے ۔ مردے کی کفن کی تاروں میں سود شامل ہے ۔ پیر صاحب کے جبہ و دستار میں سود شامل ہے ۔ نمازی کے جانماز اور مسجد کی دری میں سود شامل ہے ۔ سارا معاشی نظام کارخانوں سے لے کر ہمارے سارے دفاتر تک سود پر چل رہا ہے اور کوئی مقدس بندہ کوئی نیک ہستی کوئی اللہ کا پیارا یہ نہیں کہتا کہ اس نظام کو بدلا جائے ۔ یہ مسلمانی نہیں ہے ۔ اللہ کی حاکمیت اعلیٰ پر اصرار کرنا اور انسانی ضابطوں میں اس کی حاکمیت کا اظہار کرنا اور بندوں سے منوانا کہ تم بادشاہ نہیں ہو ، تم حکمران نہیں ہو ؛ تمہاری جاگیر نہیں ہے ، یہ دنیا یہ لوگ تمہارے بندے نہیں ہیں ۔ یہ اللہ کے بندے ہیں اور تمہارے پاس یہ حکومت و دولت اللہ کی امانت ہے اور تم اللہ کا حکم ان سے منوانے کے مکلف ہو ۔ اور ہر وہ حاکم ہر وہ حکومت ہر وہ نظام جو اللہ کے حکم کے خلاف اپنی بات منواتا ہے وہ فرعون ہے ۔ وہ چھوٹا فرعون ہے یا بڑا فرعون ہے ۔ فرعونیت اسی کو کہتے ہیں کہ اللہ کی بات رد کر کے اس کی جگہ اپنی بات منوائی جائے خواہ گھر میں ایک بندہ اہل خانہ سے یا اپنے نوکر سے منواتا ہے یا ملک میں ایک حکمران پورے ملک سے منوانے پر اصرار کرتا ہے ۔ یہ دنیا پر کوئی بہت بڑا سپر پاور ہیڈ ماسٹر ساری دنیا سے منوانے پر مصر ہے تو وہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے فرعون ہے اور ہر فرعون کے مقابل صف آراء ہونا یہ اسلام ہے ۔ وسائل کہاں سے آئیں گے ؟ مدد کون کرے گا ؟ یہ ہو گا کیسے ؟ فرمایا جب مجھ پہ بھروسہ کرو گے میری حاکمیت اعلیٰ کے لئے کام کرو گے تو یہ سارے کام میں کروں گا۔

یجعل لکم فرقانا ، میں تمہارے لئے راستہ بنا دوں گا ۔ میں تمہیں ممتاز کر دوں گا۔ فرمایا تم انسان ہو

تم سے سستی ہو گی، غلطی ہو گی، کوتاہیاں ہوں گی مجھے سب منظور ہے۔ میں معاف کر دوں گا۔ تم سے خطائیں ہوں گی میں بخش دوں گا۔ لیکن یار اتنا تو کرو بھروسہ مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے پر تو نہ کرو اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو پھر جس پہ بھروسہ کرتے ہو تو تمہیں بچانا پھر اس کا کام ہے۔ فرمایا یہ بات جب ہو گی تو کفر کو اتنی چبھے گی کہ تم کیا ہو اس ہستی کے لئے جس کو پتھر دیکھ کر سلام پڑھتے ہیں جسے درخت دیکھ کر درود بھیجتے ہیں جس کے لئے فرشتے شبانہ روز صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں جس پر ذات باری ہر لحہ ہر آن اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ جو جس زمین پر قدم رکھے اسے منور کر دیتا ہے جو جس چیز کو دیکھے اس میں نور آ جاتا ہے، جو جوتا پہنے وہ ذاکر ہو جاتا ہے جس لباس کو اس کا بدن چھو لے وہ ذاکر ہو جاتا ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن عالی سے مس نصیب ہو گیا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو گئی اور دنیا نے دیکھا معجزات نبوی میں ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایک دفعہ کھانا کھانے کا رومال جسے آپ دجی یا کندوری کہتے ہیں نبی علیہ الصلاۃ والسلام مہمان تھے ایک صحابی کے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھانے کے بعد اپنے ہاتھ مبارک ایک دجی سے صاف کر لئے وہ صحابی کے پاس وہ دجی جب تک رہی جب وہ میلی ہوتی تھی تو وہ آگ میں پھینک دیتے تھے میل جل جاتا تھا اور کپڑا صاف ہو جاتا تو وہ نکال لیتے انہیں کسی نے کہا یہ نسخہ تم نے کہاں سے سیکھا اس نے کہا مجھے پتہ ہے جس چیز کو حضورؐ چھو لیں اسے دوزخ کی آگ نہیں جلاتی یہ کیا جلائے گی۔ یہ واقعہ سیرت میں موجود ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے اس میں لگی وہ سلامت رہتی دجی سلامت رہتی تھی لیکن اس کے بعد جو گرد یا میل اس میں کوئی تنکا یا گھی کوئی چیز لگ گئی تو وہ آگ میں ڈال دیتے۔ ہر چیز جل جاتی اور اسے اٹھا کر جھاڑ لیتے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ شیعہ کے خلاف مناظرہ میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطعی جنتی ہیں اور ان پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ بڑا شور ہوا تھا تو آپ رحمہ اللہ علیہ نے یہی ثبوت پیش کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ سواری پر ہم رکاب تھے اور چونکہ آپ کا جسم بھاری تھا اور آپ جسم کو پیچھے سمیٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو تکلیف نہ ہو تو آپ صلی اللہ نے پکڑ کر نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے دست اقدس سے اپنی پشت کے ساتھ چمٹا لیا۔ فرمایا معاویہ مجھ سے چمٹ کر بیٹھو جو بدن میرے بدن سے مس کر جائے گا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو گی۔ یہی دلیل اس مناظرے میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے پر پیش کی۔ اس کا کوئی جواب شیعہ کا بڑے سے بڑا مناظر نہیں دے سکا تھا۔ صحاح کی حدیث ہے بخاری شریف کی حدیث ہے۔ اس کے سارے راوی درست ہیں۔

تو اس ہستی جس کا قدم پڑ جائے تو زمین گل و گلزار ہو جائے جس کے رہنے کے لئے ٹکڑا جنت سے اتارا گیا، جس کے مرقد اطہر کے لئے جنت کی زمین عطا فرمائی گئی۔

ہمارا تقدس کا لحاظ کرتے ہیں، ان کے تقدس کا، صلی اللہ علیہ وسلم، لحاظ کیوں نہیں کیا گیا اس لئے کہ وہ حق فرماتے تھے، ان کے لئے تو رب العلمین نے فرمایا میں جانتا ہوں، میں دیکھ رہا ہوں، مجھے خبر ہے، مجھے علم ہے **واذ یمکر بک الذین کفروا**، کہ کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بڑی سازشیں کر رہے ہیں لیشبتوک، کبھی یہ چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ کو کسی تاریک کوٹھڑی میں پھینک دیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر دیا جائے۔ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر نہ سکے، کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ارشاد سن نہ سکے ۔ او یقتلوک ' دوسرا طبقہ کہتا ہے نہیں قتل کر دو قصہ ہی ختم کردو ۔ او یخرجوک یا پھر کہتے ہیں کم از کم اس ملک سے تو انہیں نکال دو ۔ باہر جائیں لوگ جانیں اور یہ جانیں فرمایا ۔ ویمکرون ویمکر اللہ ۔ یہ اپنی تدبیریں کرتے ہیں ' اللہ اپنی تدبیر کرتا ہے ۔ واللہ خیر الماکرین ۔ اور اللہ ہی بہتر تدبیر کرنے والا ہے ۔ اللہ کی تدبیر کو یہ نہیں کاٹ سکتے ۔ چنانچہ کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا بھی دی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برداشت کی ۔ کفار نے ہجرت پر مجبور کر دیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ۔ پھر انہی کفار نے اپنی آنکھوں سے اسلام کو پھلتے پھولتے ' نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو واپس تشریف لاتے مکہ مکرمہ کو فتح ہوتے دیکھا جو غلط فہمی پر تھے انہیں توبہ نصیب ہو گئی جو بد دیانتی پر تھے وہ کفر ہی میں مرے ۔ یہ بڑی عجیب بات ہے ۔ یہ یاد رکھئے گا ۔ جنہیں غلط فہمی تھی انہیں دین نصیب ہو گیا جوں جوں ان کی غلط فہمی دور ہوئی کلمہ پڑھتے چلے گئے ۔ لیکن جو بد دیانتی پر تھے جان بوجھ کر مخالفت کرتے تھے وہ گمراہی میں تباہ ہوئے ' ہلاک ہوئے ' برباد ہو گئے اور اللہ نے دین کو سربلند کیا ۔ اس کی اساس اس تعلق پر تھی جو واقعی اللہ کا تقوی تھا ۔ اس کے اسباب کوئی تیر و تفنگ نہ تھے ۔ کوئی مال و منال نہ تھا ۔ کوئی افرادی قوت نہ تھی وہ رشتہ جو صحابہ کرام کا اللہ کے ساتھ تھا وہی جسے اللہ کا تقوی قرار دیا گیا اس کا مطالبہ قرآن نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں سے کیا ہے مجھ سے بھی اور آپ سے بھی ۔

ہمارے ساتھ ہر بار مذاق کیوں ہوتا ہے ۔ ہماری تدبیریں کیوں بگڑ جاتی ہیں ۔ کیا یہی ایک ملک رہ گیا ہے کہ اس پر جب سے حکومتیں بنیں حکمرانوں میں غیر ملکی خواتین ضرور شامل رہیں ۔ پہلی پہلی حکومتوں میں ملک فیروز خان نون لائے وقار النساء نون بن گئی تھی مغرب کی یہاں آ کر وہ خواتین کے وقار کا سمبل بن گئی ۔ ایوب خان تک چلتی آئی ۔ ایوب کے دور کے بعد بھٹو صاحب آ گئے اور وہ نصرت بھٹو صاحبہ کو لے آئے ۔ یعنی حاکم پاکستانی اور اس کے پیچھے حکومت کرنے والی ہستی غیر ملکی ۔ اب ما شاء اللہ وہ دنیا سے رخصت ہونے کو ہیں تو دو آگئیں ۔ غنوی صاحبہ تشریف لے آئیں ۔ ایک عمران خان لے آئے ۔ وہ وزیراعظم بنے تو غیر ملکی خاتون حاکم یہ وزیر اعظم بنیں تو ایک غیر ملکی ۔ یہ کیا قوم ہے کونسا ملک ہے کون لوگ ہیں ہم ۔ کیسے لوگ ہیں ہم ۔ ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ ہمارا اپنا اس ملک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ۔ ہم میں کوئی صاحب استعداد نہیں ہے ۔ کیا بات ہے میرے بھائی بات صرف ایک ہے ۔ ہمیں اللہ کے ساتھ رشتہ نہیں ہے ۔ ہم غیر اللہ سے امیدیں رکھتے ہیں جتنے جتنے ہم ہیں نا جو چھوٹا ہے اس کی امید گاؤں کے چودھری سے ہے جو اس سے بڑا ہے وہ ایم این اے ' ایم پی اے تک ہے ۔ جو اس سے بڑا ہے وہ یورپ اور برطانیہ پر امید لگائے بیٹھا ہے ۔ اللہ والا دروازہ ہم نے خالی چھوڑ دیا ہے ۔ یہ اس کی سزا مل رہی ہے ایسی ایسی عورتیں جنہیں اپنے ملک میں جانتا کوئی نہیں شاید اپنے ملک میں رہتیں تو کوئی ان سے شادی کرنے کو تیار بھی نہ ہوتا یہاں آکر حکمران بن گئیں تو تاریخ بن رہی ہے اس ملک کی جس کے میں اور آپ ہم سب ذمہ دار ہیں ۔ آج پھر ہم ایک امتحان گاہ پر کھڑے ہیں ۔ آج پھر ایک نئی حکومت بننے کو ہے آج ہم لوگ پھر اس میں شامل ہیں ۔ دیکھتے ہیں ہم اللہ پہ بھروسہ کر کے احقاق حق کی بات کرتے ہیں یا پھر وہی تماشا ہوتا ہے اور اگر وہی تماشا ہوتا ہے تو یہ تو آنکھوں میں دھول جھونکنے کی بات ہے تو اسمبلی توڑ دی ۔ نوے دن میں جلدی جلدی بھاگ دوڑ انتخاب کرو ۔ وہی لوگ واپس بلا لئے اور عام آدمی کی اشک شوئی ہو گئی کہ جی توڑ دی تھی اب اچھی ہو گی کیا خاک اچھی ہو گی چوتھی بار تو ہو رہا ہے الیکشن نوے دن کی اندر ۔ اب بھی اگر وہی بات رہتی ہے اور وہ شرائط

جو آئین و دستور میں دی گئی ہیں اور جن کے مطابق اگر الیکشن کرایا جائے جو واقعی دین دار نیک اور شریف لوگ آگے آنے کی امید کی جا سکتی ہے وہ شرائط عائد نہیں کی جا سکتیں تو پھر صرف یہ نہیں کہ صرف ووٹ نہ دو تو پھر غیرت کرو۔ اس الیکشن کو روک دو اور ان حکمرانوں کو کرسی سے گھسیٹ کر نیچے بٹھاؤ ان کے باپ کی جاگیر نہیں ہے یہ کرسی یہ ریاستیں ان کے باپ کی نہیں ہیں کہ یہ ورلڈ بنک یا آئی ایم ایف سے کسی کو چھٹی لے کر لے آئیں اور یہاں اسے کبھی وزیر اعظم بنا دیں اور کبھی وزیر بنا دیں تو پھر ان کو بھی گھسیٹ کر نیچے اتارو اور ملکی قیادت اس کے اہل لوگوں کے سپرد کرو۔ میں آپ ہم سب مکلف ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اپنی ذات پر بھروسہ اور جرات رندانہ عطا فرمائے اور اللہ توفیق دے کہ ہم احقاق حق کے لئے کچھ کر سکیں۔

ضرورت اساتذہ برائے صقارہ اکیڈمی

دار العرفان منارہ

میٹرک تک مندرجہ ذیل مضامین پڑھانے کی اہلیت رکھنے والے اساتذہ کی ضرورت ہے:

۱۔ اردو

۲۔ عربی

۳۔ بیالوجی

تنخواہ اور دیگر مراعات حکومتی سکیلوں سے بہتر

درخواستیں بمعہ اسناد (فوٹو کاپی) پرنسپل صقارہ اکیڈمی دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال کو بھیج دیں۔

نوٹ: قارئین سے گزارش ہے کہ اس اشتہار کو اپنے حلقہ احباب تک بھی پہنچائیں۔

عشق الٰہی

مولانا محمد اکرم اعوان

جب تک اللہ جل شانہ سے محبت نہ ہو جائے وہ اطاعت جس کا مطالبہ اللہ کا قرآن کرتا ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتا ہے وہ اطاعت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ کسی حکم کی تعمیل میں جان توڑ کر لگنا اپنے پورے خلوص کے ساتھ لگنا پورے انہماک کے ساتھ لگنے کے لئے ضروری یہ ہے کہ وہ حکم دینے والا ہماری نگاہ میں محبوب ہو ہمیں اس سے محبت ہو۔ اگر محبت نہ ہو گی کوئی غرض ہو گی کوئی لالچ ہو گا یا کوئی محض نفع اٹھانے کی بات ہو گی تو وہ جسے خلوص کہتے ہیں یا جسے ہم دلی جذبہ کہتے ہیں وہ نہیں ہو گا کیونکہ پھر ہم سمجھیں گے کہ کوئی دیکھ رہا ہے تو کام محنت سے شروع کر دیں گے اگر سمجھیں گے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا تو ڈھیلے ہو جائیں گے کیونکہ غرض تو یہ ہے کہ کسی کی سمجھ میں بھی نہ آئے اور ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے۔ تو اس میں ہم چاہیں گے کہ ہم محنت کم سے کم کریں کیونکہ غرض اجرت لینے پر پیسے لینے پر یا اپنی بات منوانے پر یا اپنے کسی لالچ پر یا اپنے کسی اور ایسی بات پر ہے لیکن جہاں بات محبت کی ہو گی جنون کی ہو گی وہاں کوئی دیکھے یا نہ دیکھے کسی تک بات پہنچے یا نہ پہنچے اب جو لگا ہے اس کے محبوب کی بات ہے جو کچھ اس کے بس میں ہے وہ کرے گا اور محبت الہیہ کا نسخہ تلاش کرتے کرتے ہم اس بات پہ پہنچے تھے کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے اللہ خود اس سے محبت فرماتے ہیں اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ سے محبت کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ خود کسی سے محبت کرنا شروع کر دے تو جواب میں اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو گی۔

ورنہ تو محبت کرنے کے لئے یا تو ہم جنس ہونا چاہئے یا کم از کم کوئی شکل و صورت نظر آنی چاہئے یا کم از کم اس کی کوئی آواز سنائی دینی چاہئے یا اس کی کوئی مثال ہونی چاہئے یا کوئی رنگ یا خوشبو ہونی چاہئے یا کوئی ذائقہ ہونا چاہئے انسان کے ادراکات کے قابو میں کوئی پہلو تو اس کے دامن کا آنا چاہئے اور ذات باری ان تمام چیزوں سے وریٰ الوریٰ ہے جہاں تک مخلوق کی رسائی ہے ان حدوں سے اس کی ذات بالاتر ہے اگر ان حدوں میں سما جائے تو اس کا مطلب ہے وہ بھی مخلوق ہے جو کچھ دائرہ تخلیق کے اندر ہے وہ خود مخلوق ہے اور اگر خالق ہے تو دائرہ تخلیق سے بالاتر ہے۔ دائرہ تخلیق اس کی ذات میں سمایا ہوا ہے تو انسان نہ اس کی بات سن سکے نہ اس کی ذات کو دیکھ سکے نہ اس کا رنگ نکھار نہ جلا نہ تعلق نہ رشتہ تو اس سب کے بغیر سمجھے بغیر دیکھے بغیر سنے بغیر جانے کیسے محبت کرے کیسے واقفیت پیدا کرے اس سب کے لئے جاننے کے لئے اللہ کا رسول مبعوث فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی ذات کو جان بھی سکتے ہیں پہچان بھی سکتے ہیں حضور صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم کی ہی اطاعت کر کے اللہ کی محبت جیت سکتے ہیں۔

اور جس سے خود اللہ کو محبت ہو گی تو آپ اندازہ فرمائیے یعنی آپ کسی جانور سے محبت کرنا شروع کر دیں تو وہ جانور جواباً" آپ سے محبت کرے گا۔ آپ کسی پرندے سے پیار کرنا شروع کر دیں تو وہ پرندہ آپ سے ہل جائے گا۔ موجودہ سائنس نے عجیب عجیب تجربے کئے ہیں آپ کسی پودے کسی پتے گھاس کے تنکے سے پیار کرنا شروع کر دیں شفقت سے کسی پودے کو پانی دیں آبیاری کریں اور دوسرے کو پانی تو دیں لیکن غصے میں اور جھڑکتے ہوئے دونوں کی نشو و نما میں فرق پڑ جائے گا محبت کا جو ہے اثر پودے پر بھی ہوتا ہے تو جب ہماری محبت میں اتنی قوت ہے اللہ جل شانہ جس سے محبت کریں گے اس پر کیا کچھ اثر مرتب ہوتا ہو گا۔ اللہ کریم جسے محبوب رکھتے ہیں وہ اسے اپنے لئے مختص کر لیتے ہیں وہ اسے اپنا بنا لیتے ہیں اور اس کے دل میں پھر اپنی محبت ڈال دیتے ہیں۔

ہم اس بات پر بڑے خوش ہو گئے تھے کہ ہم نے بڑا آسان نسخہ تلاش کر لیا بڑی مشکلوں سے تلاش کیا بے شمار ہم جو پیچ و خم سے گزرے لیکن بالاخر نتیجتاً" ہم نے ایک آسان ترین راستہ پالیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دامن تھام لو اللہ سے محبت نصیب ہو جائے گی تمام مقاصد حاصل ہو گئے اور مسئلہ حل ہو گیا۔

ہمارا یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ دنیا میں بیشتر آبادی ان لوگوں کی ہے اور رہی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات بابرکات سے محروم رہے اور ہیں اور بڑی عجیب بات ہے کہ انسان ہمیشہ سے حسن پرستی کا شکار رہا ہے اس نے اگر کوئی حسین پہاڑ دیکھا تو اسے بار بار دیکھنے کو جاتا ہے کوئی حسین جانور مل جائے تو اسے لئے پھرتا ہے حسین آواز ہو اس پہ جان دیتا ہے ہزاروں روپے دے کر ایک گانے والی کو لے آئیں گے اور پندرہ منٹ کا گانا سن لیں گے۔ کوئی حسین شعر ہو اس کے لئے وقت بھی دیں گے پیسہ بھی دیں گے اور سننا بھی چاہیں گے۔ دنیا میں لوگ سیاحت کرتے ہیں ایک ملک سے دوسرے ملک میں وہاں سے تیسرے ملک میں جاتے ہیں وہاں عجیب و غریب عمارات دیکھتے ہیں کسی نے عجیب و غریب عمارت کو دیکھ لیا تو کیا فرق پڑا اس سے اس کی صحت پر عمر پر زندگی پر کوئی کیا فرق پڑتا ہے لیکن جو اس کی طلب ہے اس کے وجود میں حسن کی اس جذبے کی انسان کے مزاج میں ایک طلب ہے۔ غیر شعوری طور پر اس جذبے کی تسکین ہوتی ہے۔

ہر آدمی چاہتا ہے کہ کپڑا حسین ہو جوتا حسین ہو مکان حسین ہو موٹر حسین ہو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ملک کی سڑکیں حسین ہوں راستے حسین ہوں شہر حسین ہوں۔ اس کا مطلب ہے حسن جو ہے یہ ایک خاص درجہ رکھتا ہے انسانی پسند میں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی جو ہے وہ ہر طرح کے حسن میں انتہائے حسن ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باعتبار قدوقامت کے بھی شکل و صورت کے اعتبار سے بھی سیرت و کردار کے اعتبار سے بھی نسل اور خاندان کے اعتبار سے بھی کسی طرح سے بھی بات کرنے کے انداز سے بھی کسی طرف سے بھی لیں تو ہر طرف سے دنیا میں اگر کوئی حسن کی انتہا ہے تو وہ ہے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آرام فرما تھے آپ کی آنکھ لگ گئی رات تھی میں بیٹھا تھا پوری رات کا چودھویں کا چاند چمک رہا تھا۔ وہ فرماتے ہیں میں نے بارہا دیکھا میں نے چاند کو بھی دیکھا میں نے رخ انور کو بھی دیکھا میں پھر چاند کو دیکھنے لگ جاتا تھا میں پھر رخ انور کو دیکھنے لگ جاتا تھا لیکن جو حسن جو روشنی جو نورانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رخ انور پہ چمک رہی تھی وہ چاند کی قسمت میں کہاں۔

؎ حسن ظاہر سے تیرے روشن جہاں رنگ و بو

یعنی تمام طرح کا حسن جو ہے اس کی انتہا ہے آپ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وجود اطہر۔ آپ کلام فرماتے تھے تو اس میں لے کا جو حسن ہوتا تھا اس کا بھی وہ انداز ہے جو اس سے زیادہ حسین آواز کوئی نہیں تھی اور جو کلام ہوتا تھا وہ اللہ کا ہوتا تھا۔

کلام الملوک ملوک الکلام۔ بادشاہوں کی بات باتوں کی بادشاہ ہوا کرتی ہے۔ اللہ کا کلام ہے اس کا اپنا ایک حسن ہے یہ بھی بے مثال ہے۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ کلام بھی حسین تر ہو انداز بیان بھی حسین تر ہو بیان کرنے والا بھی حسین ترین ہو اور پھر لوگ محروم بھی رہیں اور لوگوں کا مزاج بھی حسن پہ مر مٹنے والا ہو یہ تو انسان کا پیدائشی فطری مزاج ہے اللہ کریم فرماتے ہیں **فان تو لوا۔** نبی رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مخاطب فرما کر کیونکہ آپ کا مزاج عالی عجیب تھا یہاں پیچھے اس سے پہلے جو بات چل رہی ہے وہ یہود کی اور منافقین کی اور نصاریٰ کی بات ہے اور یہود یا نصاریٰ یا منافقین کا حق کو قبول نہ کرنے کا دکھ محسوس کرتے تھے نبی رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ اس پر اللہ کریم آپ تسلی دے رہے ہیں کہ آپ کیوں اتنا دکھ محسوس کرتے ہیں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سارے عالم کے لئے اللہ کی طرف سے رحمت مجسم تھے **و ما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین۔** تو آپ سارے عالم کا دکھ محسوس فرمایا کرتے تھے صرف مومن کا نہیں۔ **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم۔** کہیں تکلیف نسل انسانی کو کسی طرز کی ہوتی ہے اس کا دکھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محسوس فرماتے ہیں۔ **حریص علیکم۔** اے انسانوں تمہارے معاملے میں حرص کی حد تک آگے چلا جاتا ہے تمہاری نجات کے لئے تمہیں دوزخ سے بچانے کے لئے تمہیں اللہ کی طرف بلانے کے لئے **بالمومنین۔** اور جب مومنین کی بات آتی ہے یہاں تک مومن اور غیر مومن بنی نوع انسان کے معاملے میں حرص کی حد تک آگے چلے جاتے ہیں کہ یہ بچ جائیں تو مومن کے لئے تو ہیں ہی سراپا رحمت۔

تو یہاں پر بھی منافقین پر اور کفار پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بڑی شفقت ہوتی تھی آپ کو بڑی تکلیف ہوتی کہ یہ کیوں بیچارے گر رہے ہیں دوزخ میں بچ جاتے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

فان تو لوا۔ اگر یہ واپس ہو جاتے ہیں آپ کا کہا نہیں مانتے آپ کا اتباع نہیں کرتے آپ کی بات پہ توجہ نہیں دیتے تو اس میں کمی آپ کی طرف سے نہیں ہے یہ بات بڑی وضاحت سے جان لیجئے کہ ہم نے آپ کے پیچھے چلنے نہیں دیا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔

کہ اللہ کریم نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور حکم دیا کہ ساری مخلوق کو دعوت دو اپنی اطاعت کی اور اپنی محبت کو اس بات سے متعلق کر دیا کہ جو میرے نبی کی اطاعت کرے گا میں اسے محبت کروں اسے اپنی محبت عطا کروں گا اور پھر وہی رب ہے وہی مخلوق ہے اور اس بیچارے کو چلنے نہیں دیتا خدایا جب تو خود ہی کسی کو چلنے نہیں دیتا تو وہ کیسے چلے گا۔ اگر تیری طرف سے اس کے راستے میں دیوار کھڑی کر دی گئی تو وہ تو تباہ ہو گیا۔

لیکن اس کی تباہی تیری طرف سے ہوئی۔ فرمایا میں کیوں روکتا ہوں اس کا راستہ۔ **انما یرید اللہ ان یصیبہم ببعض ذنوبہم۔** بعض گناہ ایسے ہیں بعض خطائیں ایسی ہیں ان کی سزا میں یہ دیتا ہوں کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس کی سنت سے دور کر دیتا ہوں۔ بعض جرائم ایسے ہیں بعض گناہ ایسے ہیں بعض کیفیات ایسی ہیں یا سوچیں ایسی ہیں بعض خیالات ایسے ہیں کہ میں اس کی سزا ہی اتنی کڑی دیتا ہوں کہ ان کو میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بات سمجھنے نہیں دیتا میں ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریب نہیں آنے دیتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جہاں معجزات کی فہرست لکھتے ہیں اس میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجود عالی پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اس لئے اس کی علت علماء جو لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ مکھی جو ہے ہر جگہ بیٹھتی ہے گندی پر بھی بیٹھتی ہے غلاظت پر بیٹھتی ہے پھر اس کی شرح میں علماء لکھتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ ہر مکھی غلاظت سے ہو کر آئے لیکن جنس تو اس سے ہے اس جنس کی مکھیاں غلاظت پر بیٹھتی ہیں اللہ نے اس پوری جنس کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجود سے محروم کر دیا۔ حالانکہ ان میں بعض مکھیاں بھی شوقین مزاج ہوتی ہوں گی جو کبھی زندگی بھر غلاظت پر نہ بیٹھی ہوں اور جو صرف پھولوں پر بیٹھتی ہوں۔ ممکن ہے کچھ مکھیاں بھی ایسی ہوں جو صرف مسجدوں میں ہی رہی ہوں کبھی باہر نہ گئی ہوں کچھ ایسی ہوں گی جو پاک جگہ پر رہی ہوں گی کوئی ایسی ہوں جو کبھی غلاظت پر نہ بیٹھتی ہوں لیکن جنس تو مکھی کی ہے۔ تو اللہ نے اس جنس کے لئے ہی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجود پر بیٹھنا منع کر دیا اور مکھی مکلف نہیں ہے اس پر شرعی تکلیف نہیں۔ وہ فرض واجب سنت کی مکلف نہیں ہے اس کا مواخذہ نہیں ہو گا۔

اگر غیر مکلف مخلوق کے ساتھ اتنی احتیاط ہے تو ہم تو مکلف ہیں اگر یہ غلاظت کے ڈھیر پر بیٹھے گا اپنے آپ کو غلاظت سے لپیٹ لے گا۔ اپنے آپ کو غلاظت سے بھرے گا۔ اگر یہ جھوٹ بولے گا۔ اگر یہ حرام کے ڈھیر پہ گرے گا۔ اگر یہ اپنے آپ لدھڑے گا تو کیا اللہ اسے اجازت دے دے گا۔ کہ جا اب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ جا۔ یہ تو اصولاً" حق ہونا چاہئے اللہ جل شانہ نے جو فیصلہ فرمایا حق بھی یہی ہے کہ اصولاً" یہ تو اللہ کا بڑا کرم ہے کہ مکھی کی طرح اس نے انسانوں کی ساری نسل کو محروم نہیں کر دیا ورنہ جتنے کرتوت انسانوں کے ہیں جو ظلم انسان کرتے ہیں وہ تو مکھی نہیں کر سکتی جتنی زیادتیاں انسان کرتا ہے جتنے ظلم انسان کرتا ہے جتنی تباہیاں انسان مچاتا ہے جتنے بم انسان ایجاد کرتا ہے جتنے خون انسان بہاتا ہے جتنے شہر انسان اجاڑتا ہے جتنی گردنیں انسان کاٹتا ہے یہ سارا کام مکھی تو نہیں کر سکتی اور جب انسانی نسل نے تباہی کا راستہ اپنا لیا ہو تو یہ اس بات کا مستحق بنتا ہے کہ ساری نسل کو ہی اس بات سے محروم کر دیا جائے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے در اقدس پہ حاضر ہو یا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا رخ انور دیکھے یا آپ کا اتباع کر سکے یا آپ کی سنت پہ چل سکے۔

اس کے باوجود اللہ کتنا کریم ہے اس کے باوجود ایسا کریم ہے کہ کہتا ہے ہزاروں گناہوں کے بعد توبہ کر لو تو راستہ چھوڑ دیتا ہوں باز آ جاؤ رک جاؤ جاؤ یہ معاہدہ کر لو کہ' آئندہ تم برائی کے ڈھیر پہ نہیں بیٹھو گے تو تم مکھیاں نہیں ہو میری قیمتی مخلوق ہو میں تمہیں پاک صاف کر دوں گا میں تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ پیوست کر دوں گا لیکن ایک بات یاد رکھو۔

ان کثیرا من الناس الفسقون۔ کہ انسانوں کی اکثریت ہے برائی میں مبتلا' دیکھ لو جب تک برائی سے کوئی باز نہیں آئے گا اسے اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک نہیں پہنچاؤں گا تو اب یہ فلسفہ سمجھ میں آ گیا کہ انسان مسلمان ہوتے ہوئے بھی سنت پہ عمل کیوں نہیں کرتا یعنی سنت نبوی پر عمل نہ کرنا بھی من جانب اللہ کا سزا کا ایک عمل ہے اب ہر آدمی کو سزائے موت تو نہیں ہو جاتی عدالت میں جاتا ہے تو کسی کو تابرخاست عدالت عدالت سزا دی جاتی ہے وہ قید ہے اس وقت تک جس وقت تک عدالت برخاست نہیں ہوتی جب تک عدالت رہتی ہے وہ کھڑا رہتا ہے لیکن وہ شمار ہو جاتا ہے کہ اسے سزا ہوئی تھی آئندہ جب بات ہوتی ہے تو سزا یافتہ شمار ہوتا ہے کسی کو دس دن قید۔ قید محض یا قید با مشقت دے دیتے ہیں کسی کو سال دو سال کسی کو دس سال کسی

کو عمر قید کسی کو سزائے موت۔ سب کو تو سزائے موت نہیں نہ ہو جاتی اسی طرح کسی کو ایک سنت سے محروم کر دیا جاتا ہے کسی کو دو سنتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے کسی کو دس سنتوں کی تعمیل سے محروم کر دیا جاتا ہے تو یہ چھوٹی چھوٹی محرومیاں جو ہیں یہ دراصل **انما یرید اللہ ان یصیبھم ببعض ذنوبھم۔** اللہ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دی جائے ان کی خطاؤں کا بعض بعض گناہوں کا یعنی بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کی سزا یہ ہوتی ہے کہ اللہ جل شانہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع سے محروم کر دیتے ہیں اب دیکھئے کتنی عجیب بات کہی کہ جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بچھڑتا ہے۔

اب جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تو جو معاشرے کا کردار تھا کتنا گھناونا تھا کتنا قبیح تھا اس بات کو سارے قبول کرتے ہیں لیکن جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بچھڑ گئے اپنے آپ کو اسی قباحت میں لے بھی جاتا ہے یعنی آپ پورے کافر معاشرے کو دیکھ لیں آپ پورے نور ایمان سے محروم معاشرے کو دیکھ لیں یا آپ پورے جو آپ کے ملک میں برائے نام مسلمان اندر سے اسلام سے خالی لوگ ہیں ان کو دیکھ لیں ان کی زندگی دیکھئے آپ ان کو کلبوں میں دیکھئے آپ ان کے ڈرائیونگ سنیماؤں میں دیکھ لیں آپ ان کو ہوٹلوں میں دیکھ لیں کون سی بات ہے تو وہاں وہ کچھ ہوتا ہے جو کچھ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانے جو مظالم اس وقت وہ ملک قومیں کرتی تھیں وہی کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ کریم یہاں حکم فرماتے ہیں اطلاع دیتے ہیں۔

افحکم الجاھلیۃ یبغون۔ جماعت سے بچھڑتے ہیں تو جو آپ کی بعثت سے پہلے کا رواج تھا رسومات تھیں حالات تھے انہی کو اپناتے ہیں لوگ پھر باوجود اتنا سفر کرنے کے اتنی سائنسی ترقی ہونے کے اتنی عملی ترقی ہونے کے اتنی تعلیم عام ہونے کے سب کچھ ہونے کے باوجود کردار میں اخلاقیات میں اسی پستی میں گر جاتے ہیں جس سے انسانیت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نکالا تھا اور فرمایا

و من احسن من اللہ حکما۔ یہ بات بھی حق ہے جو اللہ کے حکم کو چھوڑے گا تو اس نے سب سے حسین فیصلے کو چھوڑ دیا اللہ کے فیصلے ہوتے ہیں خوبصورت اللہ کے فیصلوں سے حسین فیصلہ تو کسی کا نہیں ہو سکتا تو اسلام میں صرف یہ نہیں کہ خواہ مخواہ مسلمان سے اللہ نے ایک بات منوانی ہے۔ بلکہ اسلام میں ایک حسن بھی ہے جو عقائد کا بھی حسن ہے اعمال کا بھی حسن ہے تعلقات میں بھی حسن ہے ملاقات میں بھی حسن ہے اسلام کے ہر ہر رکن میں ایک حسن کا انداز بھی ہے تو فرمایا اللہ کے حکم سے زیادہ اور حسین بات کون ہو گی۔

لقوم یوقنون۔ لیکن یہ تو نصیب انہی کو ہو گا جنہیں قیمتی دولت نصیب ہے یقین نصیب ہو گا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تعلق نصیب ہو گا سیدھا سیدھا چلنے سے۔

تو بعض خطائیں بعض گناہ دل کی بعض کیفیات خصوصاً جسے ہم ظاہر داری کہتے ہیں۔ یہ اتنا قبیح جرم ہے کہ اس جرم کی سزا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دوری پر منتج ہوتی ہے اللہ کریم جدا کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے نہیں جانے دیتے عملی گناہ اتنی اس میں وہ نہیں ہوتی نحوست اور بدبو جتنی عقیدے کے گناہ میں ہوتی ہے۔ عمل کا گناہ جلدی دھل سکتا ہے آپ کو پتہ ہے عقائد کے جو ہیں گناہ ان کو دھونا انبیاء کا کام ہے ورنہ۔ آپ نے دیکھا ہے یہاں ہندو پیسے پیسے پہ جان دیتے تھے لیکن گھر زمینیں جائیداد دولت سب کچھ چھوڑ گئے لیکن ہندو ازم لے کر چلے گئے کسی نے اپنا عقیدہ نہیں چھوڑا۔ اگر نبی ہوتا تو شاید اس کے ہاتھ پر چھوڑ دیتے لیکن بنوک شمشیر تو کسی نے نہیں

چھوڑا۔ ایک کافر سے بھی کفر کو آپ طاقت سے نہیں چھڑوا سکتے جو کچھ دل میں جم جاتا ہے اسے ٹالنا مشکل ہوتا ہے اسی لئے دل میں کھری بات ہونی چاہئے دوغلی دو رنگی ظاہر میں اور باطن میں اور یہ جو ہے ناجی کیا کریں ظاہرداری ہے دنیا داری ہے اسے اللہ کے ہاں منافقت کہا جاتا ہے اور اگر دین میں آجائے تو یہ کفر کی بدترین قسمت شمار ہوتی ہے بدترین قسم شمار ہوتی ہے اور اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ جتنے چھوٹے چھوٹے جراثیم اس کے آتے ہیں۔

مثلاً" حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں جھوٹ بولنا منافقت کی ایک قسم ہے کوئی امانت رکھے اس میں خیانت کرنا منافقت کی ایک قسم ہے تو اس طرح سے اس کی بھی کچھ قسمیں تھوڑی تھوڑی کر کے ہمارے کردار میں آتی ہیں اتنا اتنا ہم سنتوں سے محروم اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں یہ اس کا اثر ہوتا ہے تو اسے تلاش کر کے ہر شخص اپنے اندر خود تلاش کر سکتا ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں ہمیں اپنے گھر کا حال معلوم ہے کہ ہمارے گھر میں کیا ہے دوسرا جائے گا وہ دروازہ توڑے گا۔ تلاش کرے گا۔ پھر بھی شاید کچھ چیزیں اسے نہ مل سکیں۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں ہمیں پتہ ہے ہمارا گھر۔

اس طرح ہر شخص کا دل اس کا اپنا گھر ہے وہ خود اس میں سے تلاش کرے کہ کس طرح کی باتیں کہاں کہاں ہیں جہاں جہاں کھٹکتی ہیں انہیں صاف کیا جائے یہ ذکر۔ الٰہی کی لاٹھی ہوتی ہیں اس لئے ہے کہ یہ لاٹھی لے کر ایسی خصلتوں کے پیچھے لگے اور انہیں بھگا کر وہاں سے نکال دے۔ اللہ اللہ ہو اللہ کے لئے خلوص ہو اللہ کے حبیب کے لئے خلوص ہو اللہ کی محبت نصیب ہو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قرب نصیب ہو اور دو عالم میں بات بن جائے۔

—— حدیث سہل بن سعد ﷺ: حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کسی نے دودھ کا پیالہ بھیجا تو آپؐ نے اس میں سے کسی قدر خود پیا —— اس وقت آپؐ کے داہنی جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا جو حاضرین میں سب سے چھوٹا تھا اور بڑی عمر کے لوگ آپؐ کے بائیں جانب بیٹھے تھے —— لہٰذا آپؐ نے اس لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لڑکے کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ (دودھ) بزرگوں کو دے دوں؟ وہ لڑکا کہنے لگا: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ کے بچے ہوئے تبرک کے سلسلے میں کسی دوسرے کے لیے ایثار نہیں کر سکتا (کسی دوسرے کو خود پر ترجیح نہیں دے سکتا) چنانچہ آپؐ نے وہ دودھ اسے دے دیا۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۴۲ الشرب والمساقات: باب ۱ فی الشرب

—— حدیث ابوسعید خدری ﷺ: حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مشک کو الٹا کر کے اس کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۷۴ الاشربۃ: باب ۲۳ اختناث الاسقیۃ

روح — امرِ ربی

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ٥ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ٥ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ٥ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ٥ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ٥ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ٥ (سورۃ الحجر)

اِن آیات میں مکلف مخلوق کی چار اقسام کا ذکر ہے۔

اللہ جلّ شانہٗ کی ساری کائنات میں وہ مخلوق جو مکلف ہے۔ (مکلف سے مراد وہ مخلوق ہوتی ہے جسے حکم کا پابند بنایا گیا ہو۔ اور باقی ساری مخلوق جو فطری تقاضوں کے مطابق عمل ہے اُسے مکلف نہیں کہا جاسکتا۔) جسے حکم کی تکلیف دی گئی، جسے احکام الٰہی کی پابندی کرنا لازم ہے جس سے اُس کی پرسش ہو گی۔ مکلف مخلوق چار قسم کی ہے۔ فرشتہ، شیطان، جن اور انسان۔ پانچویں کوئی قسم مخلوق کی مکلف نہیں ہے۔ ان کے علاوہ جتنی ہے وہ فطری تقاضوں کے مطابق عمل کرتی رہتی ہے۔ اُس میں نہ اطاعت ہے اور نہ نافرمانی کا کوئی عنصر ہے۔ اللہ نے جو اُن کی جبلت بنا دی ہے۔ اُس کے مطابق وہ وقت بسر کرتے رہتے ہیں۔ اِن چاروں میں فرشتہ نوری مخلوق ہے اور اُسے نفس نہیں دیا گیا خواہشات نہیں دی گئیں، ضرورتیں نہیں دی گئیں۔ اُس کی ضرورت، اُس کی خواہش، اُس کا آرام، اطاعتِ الٰہی میں ذکرِ الٰہی میں ہے۔ اِس کی غذا اِس کا کھانا پینا ذکرِ الٰہی میں ہے اور اِس کا کام اللہ کی اطاعت کرنا ہے وہ سراپا اطاعت ہے۔

شیطان بھی یہیں سے الگ ہوا۔ شیطان علمائے حق کے مطابق ہے تو جنوں میں سے ہی تخلیقی اعتبار سے ایک جن ہی ہے۔ لیکن اپنی حیثیت میں بالکل ایک الگ نوع اور الگ خلق قرار پایا۔ اِس لیے کہ اِس نے جنات میں سے ہوتے ہوئے اتنی عبادت کی اتنی محنت کی کہ فرشتوں میں اِسے شمار کیا گیا اور آسمانوں پر رہنے کی اجازت دی گئی۔ مفسرین کرام کے مطابق جنات پہلے تخلیق ہوئے انسانوں سے۔ اللہ کریم نے یہاں اُن کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ٥

انسان سے پہلے آگ کے شعلے، آگ کی لپیٹ، آگ کی وہ گرم ہوا یا آگ کی وہ گرم اور لطیف کیفیت جو نظر نہیں آتی۔ آگ نظر نہ آنے والی چیز ہے۔ آگ میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ جلنے والے کثیف عناصر ہوتے ہیں جو نظر آتے ہیں۔ آگ سے مراد وہ حدت وہ گرمی

وہ تمازت ہوتی ہے جو نظر نہیں آتی جو اپنی ذات میں ایک لطیف اور نظر نہ آنے والا عنصر Radiation ہوتی ہے لیکن جب اُس میں کثیف مادے شامل ہو کر جل اُٹھتے ہیں تو وہ نظر آتے ہیں۔ جو ہوا میں بھی ہوتے ہیں تو جنوں کی تخلیق اُس سے کی گئی۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ ملائکہ کی تخلیق کے ساتھ بھی نفخ روح کی بات نہیں ہے۔ جنوں کی تخلیق کے ساتھ نفخِ رُوح کی بات نہیں ہے۔ زندگی ملائکہ میں بھی ہے۔ حیات جنوں میں بھی ہے۔ مکلّف جنوں کو بھی بنایا گیا ہے۔ اعمال کی پرسش اُن سے بھی ہوگی۔ اِس لیے کہ جنوں کے ساتھ ضروریاتِ زندگی اور خواہشات ہیں۔ کھانا پینا سونا جاگنا، بیوی بچے مال، اولاد، گرمی سردی، دوست دشمن اِس سارے زندگی کے عمل سے جنات بھی گزرتے ہیں۔ انسانوں کی تخلیق سے پہلے مفسرین کے مطابق جنات زمین پر آباد تھے اُن میں سے کسی کو اُن پر امیر یا حکمران یا بادشاہ مقرر کر دیا جاتا تھا۔ جو اللہ کی اطاعت کرنے والا ہوتا تھا۔ اور اُسے ضابطے سمجھا دیئے جاتے تھے۔ اُس کے مطابق جب تک یہ رہتے۔ پھر کسی کو یہ قتل کرتے کوئی فوت ہو جاتا، کسی کو معزول کرتے فساد بپا کرتے، پھر آسمان سے فرشتے بھیجے جاتے جو بعض کو قید کرتے بعض کو قتل کرتے، بعض کو سزا دیتے اور پھر اس طرح سے اُن کی اصلاح کر دی جاتی پھر اُن میں سے کسی اچھے فرد کو حکمران بنا دیا جاتا اور ابلیس جب جنوں میں سے عبادت کرتے کرتے اُس درجے پر پہنچا کہ اِسے آسمانوں پر رہنے کی اجازت دی گئی تو پھر یہ ذمہ داری بھی اِس کے سپرد کی گئی جیسے وہ کہا گیا ہے۔

ے زراہِ تفاخر بفوج ملک
گہہ بر زمین بود گاہ بر فلک

کہ بڑے فخر یہ انداز میں فرشتوں کی فوج ہمراہ لیے ہوئے یہ کبھی زمین پر اُترتا تھا۔ کبھی آسمانوں میں ہوتا تھا جب دُنیا پہ جنات فساد بپا کرتے تو اللہ کریم اس کو بھیجتے اور یہ اُن کی اصلاح کرتا اللہ کے حکم کے مطابق۔ لیکن بڑی عجیب بات ہے۔ ان میں زندگی بھی ہے۔ اُنہیں تکلیف بھی دی گئی۔ احکام ماننے پر مجبور بھی کیا گیا۔ لیکن اُن میں نبوّت و رسالت نہیں دی گئی۔

اِس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ علماء کا کہ جنوں میں نبوّت نہیں تھی۔ بعض علماء نے ایک نام لکھا ہے کہ یوسف ابن یاسف نام کا ایک جن گزرا ہے وہ نبی تھا لیکن جمہور کی رائے اِس کے خلاف ہے۔ کہ نبوت ایسی چیز نہیں ہے کہ انہیں دی گئی۔ پھر اُس کے بعد کبھی نہیں دی گئی ایک نبی بھیجا گیا پھر کبھی نہیں بھیجا گیا تو یہ ایک ایسا عمل ہے کہ اگر اُن میں سے ایک نبی ہوتا تو پھر اُن میں اور نبی بھی ہوتے تو کبھی پوری حیات میں تخلیق سے لے کر قیامت تک صرف ایک نبی کا ہونا یہ درست نہیں ہے بلکہ وہ انہی سلاطین یا امراء یا اللہ کے اُن مقرب بندوں میں سے ہے جنہیں جنوں پر حکمران بنایا گیا۔ اُس کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ اُسے بھی انہوں نے قتل کر دیا۔

جب آدم علیہ السلام تشریف لائے تو انسانوں میں پہلا انسان، ہی نبی تھا وہ شخص جس سے انسانیت کی بنیاد رکھی گئی وہ خود اپنی ذات کا نبی تھا گویا نبوّت عطا ہی صرف انسانوں کو ہوئی اور اس کی بنیاد نفخِ رُوح باری پر ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ سڑے ہوئے خشک شدہ گارے سے مٹی کا ایک ایسا عنصر جو گارا بنتے بنتے گل سڑ جاتے اور پھر اُس کے بعد وہ خشک ہو جائے۔ سیاہ مٹی آپ نے گلی سڑی دیکھی ہوگی۔ پھر جب وہ خشک ہو جائے فرمایا اس طرح کی خشک مٹی سے میں ایک بشر تخلیق کرنے چلا ہوں لیکن وہ صرف ایک عام تخلیق نہیں ہوگی جیسے کائنات بھری ہوئی ہے۔ اس میں سورج ہیں چاند ستارے ہیں۔ اُس میں نباتات ہے اُس میں طرح طرح کے حیوانات چرند اور پرند ہیں اِس میں بے شمار تخلیق ہے۔ یہ جو صنعت ہوگی یہ جو جسے میں نے بشر کا نام دیا ہے۔ یہ جسے میں آدمی کہتا ہوں یا

صفارہ اکیڈمی منارہ ضلع چکوال

داخلہ جماعت ہشتم سیشن 1997ء

تحریری امتحان: 20 مارچ 1997ء جمعرات دو بجے سہ پہر

انٹرویو: 21 مارچ 1997ء جمعۃ المبارک آٹھ بجے صبح

صفارہ اکیڈمی کی چند خصوصیات

1 راولپنڈی بورڈ سے منظور شدہ۔
2 مروجہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم سے آراستہ تعلیم و تربیت۔
3 قومی ایوارڈ یافتہ قاری کے زیر نگرانی تجوید و قران کا بندوبست۔
4 پچھلے نو سال سے راولپنڈی بورڈ میں متواتر سو فیصد نتائج کا حامل منفرد ادارہ۔
5 بورڈ کی پہلی تین پوزیشنوں میں ہر سال پوزیشن لینے کا اعزاز۔
6 اعلیٰ تعلیمی معیار کے اعتراف میں "نیشنل ایوارڈ" کا اعزاز۔
7 اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ۔
8 روحانی اور جسمانی تربیت کا خصوصی انتظام۔
9 فوجی خطوط پر استوار نظم و ضبط۔
10 مارشل آرٹس اور کھیلوں کی لازمی تربیت۔
11 ہاسٹل کی سہولت۔
12 کوالیفائڈ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی ہمہ وقت موجودگی۔

نوٹ: 1 رات کے قیام کے لئے 5 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کے مطابق بستر ہمراہ ہو۔
2 المرشد کے قارئین سے گزارش ہے کہ اس اشتہار کو زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں۔

نوٹ: کسی مجبوری کی وجہ سے مندرجہ بالا تاریخ پر نہ پہنچنے کی صورت میں ۳ - اپریل کو نو بجے صبح خصوصی امتحان میں شامل ہو سکتے ہیں۔

جسے انسان کہا جائے گا۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ جب میں اُسے درست کر دُوں جب اُس کی تخلیق یا اُس کی صنعت یا اُس کے وجُود کے بننے کا عمل مکمّل ہو جائے۔ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ اُس میں میں اپنی رُوح پھُونک دوں۔

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ٥ تو تم سارے کے سارے اُس کے سامنے سر بسجود ہونا۔ نفخِ رُوح جو انسان کو نصیب ہوئی جس پر بنیاد ہے نبوّت کی۔ نبوّت کی اصل کیا ہے۔ نبوّت کس کیفیت کو کہتے ہیں یا نبی کے پاس کیا چیز زائد ہوتی ہے جو غیر نبی کے پاس نہیں ہوتی۔ نبی کے دِل کا آئینہ، دل کی آنکھ، دِل کا شعور براہِ راست اللہ کی ذات سے آشنا ہوتا ہے۔ بغیر کسی واسطے اور ذریعے کے۔ نبوّت اُس آشنائی کا نام ہے۔ نبوّت اُس پہچان کا نام ہے۔ نبوّت اُس تعلق کا نام ہے جو نبی علیہ السلام کے قلب کو بغیر کسی واسطے کے براہِ راست ذاتِ باری سے نصیب ہو۔

اس لیے اللہ کریم اُس سے کلام فرماتے ہیں اور اُس کی معرفت سارے بندوں تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں اللہ کے کلام کو سُننا یہ شان بھی نبی علیہ السلام کا ہے اللہ کے کلام کو سمجھنا یہ شان بھی نبی علیہ السلام کا ہے اور غیر نبی محتاج ہے اللہ کو پہچاننے میں نبی کا جیسے سارا وجود دیکھنے میں آنکھ کا محتاج ہے۔ ہاتھ وجود کا حصہ ہیں کان وجود کا حصّہ ہیں پاؤں وجود کا حصہ ہیں۔ لیکن سارے کا سارا جسم آنکھ کے آئینے کا محتاج ہے کہ وہ دیکھے کہ سامنے کیا ہے اِسی طرح ساری اُمت محتاج ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام کی۔ نبی علیہ السلام آنکھ ہوتا ہے اُمّت کی۔ وہ آنکھ جو ذاتِ باری کو دیکھتی ہے۔ وجود کا وہ حصّہ جو ذاتِ باری کا کلام سُنتا ہے ہے وجود کا وہ حصّہ جو اُمّت کا تعلق ذاتِ باری سے قائم کرنے کا سبب بنتا ہے اِس کیفیت اِس حالت کو نبوّت کہتے ہیں۔

تو یہ شان بھی صرف انسان کو ملی اِس لیے کہ وہ امین تھا رُوح باری تعالیٰ کا۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ اِس پر مفسرین نے بہت لمبی بحثیں کی ہیں کہ نفخِ رُوح کیا شے ہے۔ اِسے سمجھنے کے لیے پہلے یہ متعین کرنا پڑے گا کہ رُوح کیا ہوتا ہے۔ تو علماء کے مطابق روح کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ مختلف اجزائے بدن کو جب قدرت ایک خاص نسبت سے ملاتی ہے۔ تو اُن کے ملنے سے ایک حدت جسے آجکل کی زبان میں انرجی کہتے ہیں اور علمائے یونان یا جو طب یونانی کے ماہر ہیں وہ اُسے بخارات کا نام دیتے ہیں۔ اُسے انرجی، طاقت یا وہ کیفیت کہہ لیجئے جو اُن اجزاء کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے تو انسان کے خون کے ایک ایک ذرّے کے ساتھ اُس کی نس نس میں پہنچتی ہے اور بدن کو شعور اور حرکت عطا کرتی ہے۔ آنکھ دیکھنے لگ جاتی ہے کان سننے لگ جاتا ہے۔ دماغ سوچنے لگ جاتا ہے، دل دھڑکنا شروع کر دیتا ہے۔ ہر ذرّہ ہر عضوِ بدن اپنا اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ اِسے کہتے ہیں رُوحِ حیوانی۔ وُہ رُوح جو زندگی کا حیات کا سبب ہے یہ رُوح حیوانی جو ہے ہر ذی رُوح میں موجود ہے اِس میں تمیز نہیں ہے کہ وہ بندر ہے یا ریچھ یہ فرق نہیں ہے کہ وہ حیوان ہے یا انسان وہ درندہ ہے یا چرندہ ہر وہ شے جسے زندگی اِس طرح کی نصیب ہے خواہ وہ مچھر ہے یا مکھی اُس میں یہ کیفیت موجود ہے زندگی کی۔ اِسے رُوحِ حیوانی یا رُوح سفلی کہہ لیں۔

انسان کی فضیلت یہ ہے کہ اِس روحِ حیوانی کے ساتھ اُسے ایک رُوح ملکوتی یا عالم اَمر بھی نصیب ہے۔ اُس نفخِ رُوح کو رُوحِ علوی کہتے ہیں یا ملکوتی۔ وہ رُوح علوی کیا شے ہے۔

فرمایا: وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

یہود کے بڑے بڑے علماء مدینہ منورہ میں تھے اہل مکّہ اُن کے پاس آدمی دوڑاتے وہ اُنہیں سوال سمجھاتے اور وہ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ تُو اگر نبی ہے تو اِس بات سے آگاہ ہوگا۔ اِس بات کا جواب دے گا۔ اُن سوالوں میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتایئے روح کیا ہے؟ تو اللہ نے اِن کا جواب بذریعہ وحی ارشاد فرمایا: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے سوال کرتے ہیں۔ قل الروح من امر ربی ۔ فرمایا کہہ دیجئے ۔ رُوح میرے مالک ، میرے رب کے اَمر سے ہے ۔ اَمر کیا ہے ؟ اَمر اللہ کی صفت ہے ۔ اَمر تخلیق نہیں ہے ۔ اَمر مخلوق نہیں ہے ۔ صرف اللہ کی صفت ہے ۔ اور رُوحِ انسانی مخلوق ہے لیکن ایسی مخلوق جو کسی مادے سے کسی جوہر سے کسی نور سے کسی ذرّے سے نہیں بلکہ اُس تجلی سے تخلیق فرمائی گئی جو اللہ کے اَمر سے ہے ۔ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ خود اَمرِ رَبِّیْ نہیں ہے ۔ اَمر ربی میں سے ہے ۔ رُوح براہِ راست خود اَمر ربی نہیں ہے ۔ چونکہ اَمرِ ربی تو رب کی صفت ہے اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے ، اللہ کا حکم ، اللہ کا اَمر اللہ کی صفت ہے ۔ اللہ کی جیسے ذات قدیم ہے ۔ ویسے اُس کی صفات قدیم ہیں ۔ ایسی کوئی صفت نہیں ہے اللہ کی جو کبھی نہیں تھی جو پھر اُس نے بنا کر اپنے ساتھ چپکالی ۔ یہ اُس کی شان کے خلاف ہے جس طرح اُس کی ذات کی کوئی ابتدا نہیں ۔ کوئی انتہا نہیں اُسی طرح اُس کی صفات کی کوئی ابتدا نہیں کوئی انتہا نہیں ۔ اُس کی صفات اس کو سزاوار ہیں دوسرا کوئی جس طرح اُس کی ذات میں شریک نہیں ہے اُسی طرح اُس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں ۔ تو رُوح اَمر ربی میں سے ہے ۔ صفاتِ امر جو ہے ۔ اِن کا عالم ہی الگ ہے ۔ اور علمائے حق کے مطابق جہاں دائرہ تخلیق ختم ہو جاتا ہے جہاں مخلوق کی حد ختم ہو جاتی ہے ۔ وہاں سے عالم اَمر کی ابتدا ہوتی ہے ۔

تفصیل اِس کی یہ ہے کہ جس پر عرش جامع بول دیا جاتا ہے ۔ اُس کے نو حصے ہیں گویا نو عرش ہیں جس کے بارے کہا گیا ۔

آں کہ آمد نو فلک معراج او
انبیاء و اولیاء محتاج او

تو یہ نو عرش جو ہیں ان میں سے پہلے عرش کی وسعت اتنی ہے۔ کہ ارض وسماوٰ وما فیہما جو ہے اس کے مقابلے میں ایسا ہی ہے جیسے کسی صحرا میں ایک انگشتری پڑی ہو دوسرا عرش کا حصہ پہلے سے اس نسبت سے وسیع ہے ۔ پھر تیسرا چوتھا علیٰ ہذا القیاس ہر حصہ جو ہے یا ہر عرش جو ہے وہ پہلے سے اتنا ہی بڑا ہے حتیٰ کہ نواں عرش جو ہے اُس کی وسعت کے سامنے آٹھ عرش اور آسمان و زمین ایسی ہیں جیسے کسی صحرا میں انگشتری ۔ دائرہ عالم اَمر میں دائروں کی حدود اجسام میں نہیں ہے کیفیات میں ہے پہلا دائرہ جو اُس کی کیفیات ایک جگہ سے شروع ہو کر دوسری جگہ ختم ہوتی ہیں اُس کی وسعت کے سامنے زمین و آسمان اور نو عرش ایسے ہی ہیں جیسے کسی صحرا میں ایک انگشتری پھینک دی جائے اور عالمِ اَمر کے یہ کیفی دائرے حجابات الوہیت تک کم و بیش بیالیس ہیں جن میں سے ہر ایک پہلے کی ساری کائنات سے اپنی وسعت میں اِس طرح سے ہے ۔ اگر کوئی خوش نصیب رُوح یہ ساری بلندیاں طے کر کے حجاباتِ الوہیت تک پہنچ جائے تو وہ واپس اپنے گھر پہنچی منازل قرب یا منازل سلوک جو اپنے وطن سے زائد اُس نے حاصل کی وہ وہاں سے آگے چل کر۔

یہ جو کہا جاتا ہے اور بڑی عام سی بات ہے جس کسی کو فنا بقا تک مراقبات ہو جائیں تقریباً ہر کوئی کہہ دیتا ہے سلوک تمام کر لیا ۔ یہ سلوک سے ناواقفیت کی دلیل ہے فنا بقا تو سلوک کے حروف ابجد ہیں جس طرح آپ کسی بھی زبان میں الف ب ج پڑھتے ہیں اِسی طرح حروفِ تہجی اور حروف ابجد ہیں یہ مراقبات فنا فی اللہ اور بقا باللہ تک ۔ اِس سے آگے جو شروع ہوتا ہے اُس میں اگر کوئی خوش نصیب نو عرشوں کے منازل طے کر لے اور اس کی رُوح عالم اَمر تک یا جسے لامکاں کہا جاتا ہے جہاں مکانیت کا تصور نہیں ہے ۔ تو کسی صوفی نے جسے یہ منزل نصیب ہوئی ۔ دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا تھا ۔

صورتش بر خاک جاں در لامکاں
لامکانے فوق وہم سالکاں

اگر بیالیس کیفی دائرے بھی طے کر جائے تو پھر اپنے گھر میں ہے اِس کی اصل ہی وہاں سے ہے۔ اُس نے اتنا فاصلہ طے کیا جیسے کوئی مسافر صحراؤں، جنگلوں، دُور دراز وادیوں، چور اور ڈاکوؤں سے بچ کر، سفر کی صعوبتوں سے بچ کر بخیر و عافیت اپنے گھر پہنچ جائے۔ اگر اُس نے مال و دولت کمانا ہے اگر اُس نے امارت اور شان و شوکت کمانا ہے تو اُسے اِن سے آگے بڑھنا ہو گا۔ اِس سے آگے حجابات الوہیت اِس سے آگے قربِ الٰہی کے منازل بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بٹتے ہیں بٹتے رہیں گے لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ صدیوں بعد اِن کا ذکر ہو رہا ہے صدیوں تک پھر نہیں ہو سکے گا۔ انسانی مزاج ہے جب وہ کسی چیز کو کھو بیٹھتا ہے تو اُسے اُس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ عجیب انسانی مزاج ہے ایک شخص کو آپ دیکھتے ہیں وہ پیدا ہی ایسے گھر میں ہوتا ہے جہاں دس دس گاڑیاں کھڑی ہیں اُس کے نزدیک گاڑی کی کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن کبھی ایسا وقت آئے کہ اُن کے پاس موٹر نہ رہے تو پھر اُسے احساس ہوتا ہے اِس میں کتنی سہولتیں تھیں۔ ایک شخص کھاتا پیتا پیدا ہوتا ہے۔ اُس کے پاس ملک اور سلطنت ہے کہ ملک کا، حکومت کا سلطنت کا ہونا اُسے کچھ عجیب نہیں لگتا وہ ایک روٹین میں لیتا ہے۔ زندگی کی ایک عام حالت لیتا ہے ایک روٹین لائف کے طور پر لیتا ہے۔ یہ معمولاتِ زندگی میں سے ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ وہ نعمت ضائع ہو جائے۔ اُس سے چھن جائے تو اُسے اندازہ ہوتا ہے۔ صوفیوں کا حال اِس سے زیادہ عجیب تر ہوتا ہے انہیں کوئی روٹین لائف میں بھی نہیں لیتا۔ لوگ ان کی تردید کرنے پر رہتے ہیں اُن کا انکار کرنے پر رہتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں جھوٹی اِنا ہوتی ہے۔ اپنی بڑائی ہوتی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص کو اللہ نے یہ نعمت عطا کی ہے تو شاید ہمیں اِسے اپنے سے بڑا ماننا پڑے گا۔ اُس ضد میں انکار

کرتے رہتے ہیں جب ایسے لوگ چلے جاتے ہیں تو پھر انہیں احساس ہوتا ہے صدیوں تک اُن کی کہی ہوئی باتوں کے حوالے دیتے رہتے ہیں کہ اُس نے یہ فرمایا تھا اور عجیب بات ہے کہ بڑے بڑے بزرگوں پر آج آپ بڑے احترام سے حضرت بایزید بسطامیؒ یا ابوالحسن خرقانیؒ ہوں یہ سارے وہ لوگ ہیں جنہیں شہروں سے نکال دیا گیا اور ان پر کفر کے فتوے لگائے گئے یہ زندیق ہیں یہ بے دین ہیں۔ یہ مسلمان مسلمان ہی نہیں۔ یہ نیا اسلام گھڑ رہے ہیں۔ اور اِن کے وصال شہروں سے باہر آبادیوں سے باہر جنگلوں میں ہوئے۔ انہیں شہر بدر کر دیا گیا۔ حکومتوں نے قانوناً اِن کا شہروں میں رہنا منع کر دیا۔ علماء نے فتوے لگائے لوگوں نے تردید کی! عجیب بات ہے کہ وہ دُنیا میں نہ رہے تو صدیاں بیت گئیں لوگ اُن کی قبروں پر بیٹھے ہیں۔ صوفیائے کرام میں بہت کم نام ایسے ملتے ہیں جن کی زندگی میں کسی نے حقیقی طور پر اُن سے استفادہ کیا ہو۔ بہت کم۔ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شیخ اکبر کہتے ہیں۔ لیکن زندگی میں کیا ابھی تک ایک طبقہ ایسا موجود ہے جو اُن پہ کفر کا فتویٰ لگاتا ہے۔ آج بھی ایک ایسا بہت بڑا طبقہ علماء کا موجود ہے جو ان کا مسلمان ہونا تک گوارا نہیں کرتا حالانکہ وہ ایسے عجیب آدمی تھے۔ اتنی وسیع نظر اللہ نے اُس شخص کو دی تھی اُس نے اُس دَور میں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا تھا۔ ما لا بُدَّ قبل القیامۃ۔ وہ عجائبات جو قیامت سے پہلے ضرور ظاہر ہوں گے۔ کشفاً اُس بندے نے آج کی باتیں اُس رسالے میں لکھی تھیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے سورج سوا نیزے پر آئے گا یہ تو قیامت سے پہلے زمین پر روشنی سوا نیزے پر ٹنگی ہوئی نظر آئے گی لوگوں کو۔ یہ جو آج آپ کی سٹریٹ لائٹس ہیں یہ آج سے صدیوں پہلے وہ شخص دیکھ کر لکھتا ہے۔ آج کے یہ جو ہوائی جہاز اور راکٹ کی سواری ہے اِس کے متعلق رسالے میں وہ لکھتے ہیں کہ ایسی سواریاں ایجاد ہوں گی جو مہینوں کی مسافت پلوں میں کریں گی۔ اور وہ کھانے پینے والی یعنی ذی رُوح نہیں ہوں گی۔ اُونٹ گھوڑے کی طرح نہیں ہوں گی۔

یہ کیسی ہوں گی یہ رب جانتا ہے لیکن یہ ہوگا قیامت سے پہلے۔
فتوحات مکیہ جب انہوں نے لکھی تو اُس وقت چھاپہ تو نہیں تھا۔ قلم سے لکھی اور لکھنے کے بعد اُسے چھت پر پھینک دیا۔ برسوں پڑی رہی وہاں بارشیں ہوئیں طوفان آئے برس ہائے برس بعد کسی نے چھت پر مرمّت کے لیے یا کسی غرض سے جب اُوپر گئے تھے تو وہ وہاں پر پڑی تھی اُٹھا لائے لیکن اُس کا کوئی حرف تک میلا نہیں ہوا اُس کے باوجود اُس کتاب سمیت آج بھی نام کے مُسلمان اِن تک ماننے کو تیار نہیں۔ صوفی انہیں شیخِ اکبر یا بزرگ صوفی کہتے ہیں۔ بہر حال یہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ کیونکہ انسان اپنی اَنا میں گرفتار ہو کر یہ کرتا رہتا ہے اور جب یہ لوگ گذر جاتے ہیں اور جب یہ باتیں بتانے والا سامنے کوئی نہیں ہوتا تو پھر یہ صورت تلاش کرنے کے لیے اُن کی تصنیفات اُن کی کتابیں اُن کے رسالے اُن کے خطوط پڑھتے ہیں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگا۔ جیل گئے قید ہوئے یہ سارے تماشے ہوئے۔ اَب اُن کے خطوط جو ہیں وہ بھی مستند ہیں وہ بھی بجائے خود ایک سند ہیں۔ اُس کی ذات کو اُس وقت کے لوگوں نے سند کیوں نہ مانا۔ یہی اصل مسئلہ ہوتا ہے۔ شاید یہ لوگوں کی اپنے نصیب کی بات ہوتی ہے۔ کہ ان نعمتوں سے اللہ کریم بطور انعام نوازا کرتے ہیں یہ اتفاقی نہیں ہوتی۔ ان لوگوں سے فائدہ اُٹھانا یہ محض ذاتِ باری کا انعام ہوتا ہے اور انہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ جن پر وہ منعم حقیقی انعام فرماتا ہے جنہیں انعام نہیں ملتا اپنے محض عمل کا اجر بھی ملتا ہے وہ ان لوگوں تک نہیں پہنچ پاتے حصولِ فیض کے لیے نہیں پہنچتے۔ گزرنے کے بعد حوالے تلاش کرنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں تو یہ ایسی باتیں ہیں جو صدیوں بعد شاید اللہ کریم نے کتنے کی کسی کو توفیق دی اور شاید ایسے لوگ پھر صدیوں بعد پیدا ہوں۔

رُوح جو اُس تجلّی سے پیدا کی گئی جو عالم امر کی ہے اس لیے اس میں یہ کمال ہے کہ اس کی زندگی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس کی اصل جو ہے وہ محدود نہیں ہے لامحدود ہے۔ یہ جب انسانی بدن کے ساتھ وابستہ ہوئی تو اس نے انسانی زندگی کو لامحدود کر دیا۔ فرشتہ سراپا نیکی ہے اُس کو آزمائش میں ڈالا ہی نہ گیا۔ شیطان کو کو آزمائش میں ڈالا گیا لیکن اُس میں نفخِ رُوح نہیں ہے۔ نفخِ روح نہ ہونے کا نتیجہ کیا نکلا قرآنِ حکیم سارا دیکھ جایئے جنات کے ساتھ گناہ پر عذاب کی وعید ہے نیکی پر جنّت کی بشارت نہیں ہے۔ پورے قرآن حکیم میں جنات کے ساتھ نیکی پر جنّت کا وعدہ نہیں ہے صرف یہ کہہ دیا گیا ہے یوجرکم من عذاب الیم۔ اگر اطاعت کرو گے تو عذاب الیم سے بچ جاؤ گے عذاب میں گرفتار نہیں کیے جاؤ گے اِس لیے علماء فرماتے ہیں کہ جنّات اپنا حساب دے کر فنا ہو جائیں گے جو بچ گئے وہ فنا ہو جائیں گے جو عذاب میں گرفتار ہو گئے وہ اپنا عذاب بھگتیں گے اور اپنی سزا بھگتنے کے بعد فنا ہو جائیں گے۔

انسانوں کی بحث قرآن حکیم میں پڑھیں تو جہاں گناہ کے ساتھ عذاب کی بات ہے وہاں نیک عمل کے ساتھ جنّت کی بشارت موجود ہے ہر جگہ جہاں جہنّم کا تذکرہ ہے اُس کے مقابلے میں جنّت کا ذکر موجود ہے جنات کا حال سورۃ جن میں پڑھیئے جہنّم کا وعدہ موجود ہے خطا کرو گے تو جہنّم میں جاؤ گے لیکن اگر نیکی کرو گے یوجرکم من عذاب الیم تو تم اُس عذاب سے بچ جاؤ گے۔ سورۃ رحمٰن میں صرف ایک آیت ایسی ہے جس میں جنّت کی تخلیق حُوروں کے متعلق بات کرتے ہوئے اللہ کریم نے فرمایا لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان۔ کہ جنتیوں سے پہلے اُنہیں کسی جن یا کسی انسان نے مَس نہیں کیا ہوگا۔ علمائے حق فرماتے ہیں کہ یہ اس اعتبار سے ہے کہ دُنیا میں انسانوں کو جن مَس کرتے ہیں بعض خواتین کو مَس کر سکتے ہیں۔ اگر صرف یہ کہا جاتا کہ انہیں کسی انسان نے مَس نہیں کیا تو شاید یہ شبہ ہوتا کہ کسی جن نے مَس کیا ہو کیونکہ ایک روٹین زندگی کا ایک عمل جو انسانوں کے سامنے رہے تو اللہ نے اُس کی نفی کر دی اِس سے یہ ثابت نہیں ہوتا

کہ جنات جنت میں جائیں گے کیونکہ انسانوں کے ساتھ جنت کا واضح وعدہ موجود ہے۔ اور انہیں جہنم کے عذاب سے تو ڈرایا گیا لیکن نیکی اور اطاعت پر نجات کا وعدہ کیا گیا اُس عذاب سے نجات۔

یوجرکم من عذاب الیم۔ اُنہیں دردناک عذاب سے نجات دے دے گا۔ اُس سے بچالے گا تو جنت میں اس لیے نہیں جائیں گے کہ ان کی زندگی میں وہ دوام ہے ہی نہیں جو انسانوں کی زندگی میں ہے۔

اب لے دے کے ایک مخلوق رہ گئی جسے بشر بھی کہا ہے

۔ اس لیے

جو انبیاء کی بشریت کا انکار کیا جاتا ہے۔ یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جو بشر نہیں وہ نبی بھی نہیں ہو سکتا۔ نبوت ملی ہی نوعِ بشر کو ہے۔ جس کی آپ بشریت کا انکار کریں گے مشرکین نے انکار کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہیں اور بشر نبی نہیں ہو سکتا ہم انکار کرتے ہیں کہ آپ نبی تو ہیں بشر نہیں ہو سکتے انکار اپنی جگہ رہتا ہے۔ صرف ایک نوع بدل جاتی ہے۔ انہوں نے بشریت کا اقرار کیا نبوت کا انکار کیا ہم نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ بشریت کا انکار کرتے ہیں یہ سراسر غلط ہے اصل بات یہ ہے کہ ہم خود کو بشر تسلیم کر کے انکار کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں جیسے ہم ہیں بشر ایسا ہوتا ہے اپنے اُوپر قیاس کر کے ہم انکار کرتے ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ ہم تو اپنی بشریت بھی کھو چکے ہیں انسانیت تو بہت دُور کی بات تھی بہت بلندی کی بات تھی ہم بشریت بھی کھو چکے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر انتہائے بشر ہیں حدِ بشریت میں یہ بہت بڑا فاصلہ ہے۔ بہر حال ضمنی طور پر بات آ گئی اس لیے اس کا انکار جائز نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت بھی بے مثل اور بے مثال ہے کوئی دوسرا ایسا بشر نہیں ہے۔

اللہ کریم نے وہ روح جو عالم امر کی تجلی سے تخلیق فرمائی وہ ڈال دی انسان کے وجود میں۔ صاحب تفسیر مظہری اس کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ یہ رُوح ہے جو قلب سے حیات کو شروع کرتی ہے۔ جس کا سب سے پہلا ورود ہی قلب میں ہوتا ہے۔ اور پھر پانچ مقامات پر نظر آتی ہے۔ قلب، سری، رُوح خفی اور اخفا۔ وہ فرماتے ہیں انسان حقیقتاً دس چیزوں سے مرکب ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی لکھتے ہیں کہ انسان دس چیزوں کا مرکب ہے۔ قاضی صاحب بھی لکھتے ہیں پانچ۔ آگ، مٹی، ہوا اور پانی اور پانچواں نفس یا رُوح حیوانی جو ان چار عناصر کے ملنے سے بنتا ہے جسے آپ آج کی اصطلاح یا زبان میں انرجی کہتے ہیں۔ اور پانچ وہ لطائف جو عالم امر کے ہیں جو اُس رُوح سے جو امر ربی سے ہیں اُس کے ورود سے روشن ہوتے ہیں اور جو اُس کے رہنے کا ٹھکانہ بنتے ہیں جو قوتیں اُس کے آنے سے بیدار ہوتی ہیں۔ قلب رُوح سری خفی اور اخفا۔ یہ دس چیزیں مل کر انسان بنتا ہے۔ اس کی استعداد تو ہر انسان لے کر آتا ہے یہی ارشاد ہے حدیث میں

کل مولود یولد علی فطرۃ۔ ہر پیدا ہونے والا فطری خصوصیات لے کر پیدا ہوتا ہے۔ ثم ابواہ یھودانہ اولمجسانہ اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر اُس کے والدین یا اُس کا معاشرہ یا اُس کا ماحول کسی کو یہودی بنا دیتا ہے کسی کو مجوسی۔ اُن سے اثر قبول کر کے وہ کوئی راستہ اختیار کر لیتا ہے ورنہ اُس میں استعداد موجود ہوتی ہے تو سجدہ انسانی وجود کو نہیں کیا گیا۔ سجدہ انسان میں جو عناصر کے ملنے سے نفس پیدا ہوا رُوح سفلی پیدا ہوئی اُسے نہیں کیا گیا فرمایا گیا۔

جب میں اپنی رُوح یا عالم امر کی تجلی سے پیدا کی گئی جو صفت ہے حیات کی یہ میں اُس میں پھونک دوں تو تمہیں سجدہ کرنا ہوگا۔ تو سجدہ اُس رُوح کو کیا گیا عزت و احترام اُس روح کے لیے ہے انسانیت کی تکمیل اُس رُوح سے ہوتی ہے جو تجلی عالم امر سے ہے اور اُس کی حیات قلب سے شروع ہوتی ہے۔

اب اگر نورِ ایمان ہی جا رہا ہے۔ قلب ہی جا رہا ہے قلب کی

حیات کا کم از کم حال یہ ہے کہ اُسے ایمان نصیب ہو کم از کم جو قلب کی حیات کی دلیل ہے وہ ایمان ہے۔ عمل صالح اُس کی طاقت ہے جیسے حیات ایک نوزائیدہ بچے میں بھی ہے۔ حیات ایک طاقتور جوان میں بھی ہے لیکن بچپن اور جوانی کی طاقتوں میں جتنا فاصلہ ہے۔ اتنا ہی فاصلہ ایمان لانے کے بعد عمل صالح سے بنتا ہے۔ عمل صالح اُسے قوت دیتا ہے اور محض ایمان ابدی حیات ہے لیکن اگر ایمان پر ہی نہ رہے تو اُس میں جب تک وہ دُنیا میں ہے استعداد تو رہتی ہے اُس عالم اَمر کی تجلّی کو دوبارہ پانے کی لیکن وہ اُس کے وجود کا حصّہ نہیں رہتی وہ اُس سے سلب ہو جاتی ہے اور بعض لوگ پھر اتنے جرائم کرتے ہیں کہ اُن کے قلوب سے وہ استعداد نفی کر دی جاتی ہے۔ وہ دوبارہ اِس تجلّی کو پانے کے قابل ہی نہیں رہتے جن کا تذکرہ قرآن نے کیا۔ ختم اللہ علی قلوبھم اُن کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔ اِس مہر سے یہ حیوانی زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ تجلّی وہ نور نفخ روح جس کے بارے فرمایا گیا وہ رُوح جو عالم اَمر سے ہے اُس کے نور کا دوبارہ اُس قلب میں آنا محال ہو جاتا ہے۔ اِس کے گناہوں کی وجہ سے قلب سے وہ استعداد زائل ہو جاتی ہے اِس لیے فرمایا

ءَ انذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم انہیں دعوت دیں نہ دیں آپؐ انہیں عذاب و ثواب کے متعلق بتائیں نہ بتائیں انہیں کفر اور بُرائی کے نتائج سے آگاہ کریں نہ کریں ان کے لیے برابر ہے کیوں ھم لا یومنون یہ ایمان نہیں لائیں گے کیوں نہیں لائیں گے۔ ختم اللہ علی قلوبھم اللہ نے اِن کے دِلوں پر مہر کر دی۔ انہوں نے اللہ سے تعلق توڑنے میں یہ اتنے دور تک چلے گئے کہ اب واپسی کی استعداد ہی قلوب کو قبول کرنے کی جو تھی وہ اللہ نے سلب کر لی۔ اور اگر یہ نور ایمان سے نصیب ہوتی ہے تو ایمان نصیب ہوتا ہے انبیاء علیہ السلام کی معرفت تو اِس کا مطلب ہُوا کہ اس حیات کا خزینہ اور منبع نبی علیہ السلام کی ذات ہُوا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے سامنے براہِ راست جو بندہ گیا وہ ایک آن میں صحابی بن گیا ایک لمحے میں وہ سارے منازل اُس نے طے کر لیے جو کہ کوئی نبوت کے بعد طے کر سکتا ہے اِس لیے کہ وہ براہِ راست حیات سے منسلک ہے جیسے آگ میں لوہے کو ڈال دیں تو بغیر کسی دیر کے وہ خود آگ بن جاتا ہے وہی حدت وہی گرمی وہی سُرخی وہی رنگ وہ سب کچھ اُس میں منتقل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ساری کی ساری قوت کا خزانہ جہاں تھا تو وہ جتنا دُور ہو گا تو اتنی کم تپش اُس میں آئے گی اُس میں بھی آئے گی روشنی تپش بھی لیکن اتنی گھٹتی چلی جائے گی۔ اِس طرح جنہیں براہِ راست نبی علیہ السّلام کی صحبت نصیب ہوئی وہ اُس روشنی اُس حدت میں نقطہائے کمال کو پہنچ گیا جو جتنا جتنا دُور رہا وہ اتنا اتنا مدارج میں کم ہوتا چلا گیا۔

اور یہ سلاسل تصوّف جو ہیں اِن کا حاصل بھی یہ ہے کہ اُن لوگوں کی مجالس میں بیٹھ کر جیسے صحابہ سے تابعین نے تابعین نے تبع تابعین اُن سے اُن کے شاگردوں نے یہ نور حاصل کیا۔ بعینہٖ اُس حدت کو براہِ راست قلب سے قبول کیا گیا۔ دوسرا طریقہ ہے کہ تعلیمات سُن کر مان لیا جائے ایمان پیدا ہو گیا۔ اُس رُوح کا اتنا عنصر وجود میں آ گیا جس سے دل میں ایمان ہو روشنی ہو لیکن وہ تعلق کمزور رہا اور اِس طرح بیٹھ کر دِل میں وہ روشنی اگر کسی کو نصیب ہوئی تو وہ بہت طاقتور ہو گیا بہت مضبوط ہو گیا۔ حتّٰی کہ اللہ اگر عطا کرے تو پھر اُن حجابات کو پھاڑ کر رُوح کا تعلق واپس آسمانوں سے پھر عرش سے پھر عالم اَمر سے استوار ہوتا چلا گیا اور اِس حیات میں زمین پر بیٹھے ہوئے اپنا تعلق پھر سے جیسے کوئی مُسافر دُور دراز سے واپس گھر آ جائے تو زمین پر رہتا بستا ہُوا آدمی عالم اَمر میں سانس لینے لگا۔ آنے جانے لگا اپنا رشتہ استوار کر لیا اور اِس کی دلیل عملی زندگی میں اللہ کی اطاعت اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کامل اور غیر مشروط اطاعت کا نصیب ہو جانا ہے۔

آخری بات جو مَیں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو مَیں سمجھ سکا ہوں اگر یہ عالم اَمر کی رُوح کُلّی طور پر کسی قلب سے منفی ہو گئی تو وہ جہنّم جائے گا۔ اِسی لیے آپ نے حدیث میں پڑھا اور سُنا ہو گا کہ جس دل میں رائی برابر ایمان ہو گا جہنّم نہیں جائے گا۔ ادنیٰ تعلّق بھی اُس رُوح کا جو عالمِ اَمر کی ہے کیونکہ انسانی نفس یا انسانی وجود تو جہنّم جا سکتا ہے لیکن وہ تجلّی جو عالم اَمر سے ہے اُس کا جہنّم جانا نہیں بنتا اور جو جہنّم جائیں گے اُن میں وہ عنصر نہیں ہو گا اِسی لیے دوزخیوں کی شکل انسانی نہیں ہو گی چہرہ انسانی نہیں ہو گا۔ بات انسانوں کی طرح نہیں کر سکیں گے، چیخنا چلّانا جانوروں اور درندوں جیسی شکل جس جانور جس درندے جس حیوان کی خصوصیّت اپنی زندگی میں اپنائے گا۔ خنزیر، ریچھ، بندر، سانپ اژدھا اُسی شکل میں وہ جہنّم میں داخل ہو گا۔ اور اُس کی رُوح اُس سے منفی کر دی ہے اُس میں نہیں ہو گا اگر اُس رُوح کا کوئی عنصر کسی وجود میں ہو تو اُس کے جہنّم کے بچ جانے کی ضمانت ہے۔

اِس لیے یہ قربِ الٰہی کا مظہر ہیں مراقبات اور مقامات تصوّف یہ اللہ کے قرب کی دلیل ہیں۔ جنّت فی نفسہٖ مطلوب نہیں ہے۔ جنّت اللہ تو نہیں، جنّت غیر اللہ ہے مخلوق ہے۔ اللہ کی مخلوق مطلوب کیوں ہے مخلوق کے لیے دُعا کیوں کرو، مخلوق کے لیے محنت کیوں کرو اِس لیے کہ وہ ایسی مخلوق ہے جو اللہ کی رضامندی کی سند ہے یعنی اُس کا ملنا دلیل ہے اِس بات کا کہ اللہ کریم اِس پر راضی ہیں اگر اِس بات کی سند نہ ہو تو پھر جنّت کے لیے دُعا کرنا بھی فضول ہے۔ جنّت کے لیے محنت کرنا بھی فضول ہے کہ جنّت تو اللہ نہیں ہے غیر اللہ ہے غیر اللہ کی طلب کیسی لیکن وہ اللہ کی رضامندی کا سرٹیفکیٹ اور دلیل ہے اِس لیے مطلوب ہے اِسی طرح یہ مراقبات تصوّف اور منازلِ سلوک یہ مظہر ہیں قربِ الٰہی کے۔ دلیل ہیں اللہ کے قرب کی۔ جس پر جتنا اللہ مہربان ہوتا ہے اُتنی رفعتیں اتنی بلندیاں اتنی عظمتیں اُسے عطا فرماتا ہے۔

اِس لیے مطلوب ہے بلکہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عالمِ بالا کے مراقبات نصیب ہوں تو نوافل پڑھنے سے وہ مراقبات ہوں تو نوافل پڑھنے سے وہ مراقبات کرنا زیادہ باعثِ برکت اور زیادہ باعثِ ثواب ہوتا ہے۔ فرائض کے بعد جو سب سے زیادہ رحمت نازل ہوتی ہے وہ مراقبات میں بیٹھنے سے ہوتی ہے نوافل سے زیادہ اُس میں درجہ ہوتا ہے اِس لیے کہ وہ خود دلیل ہیں۔ قربِ الٰہی کی تجلّیاتِ باری کی رضائے باری کی۔

تو انسانی عظمت جو ہے اُس کے ساتھ ٹکرا کر شیطان ہمیشہ کی سعادت سے محروم ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ جب مَیں اُسے دُرست کر لوں اور اُس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو جب رُوح جو عالمِ اَمر سے متعلّق ہے من روحی اپنی رُوح اُسے اللہ نے اپنی ذات سے چونکہ اللہ کی صفت کی تجلّی سے اُس کی تخلیق ہوئی کیسی ہوئی کیا ہوئی اِس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا نہ کوئی سمجھ سکتا ہے نہ کوئی سمجھا سکتا ہے، نہ کوئی جان سکتا ہے اور اتنا جاننا بھی، یہ بھی اُس کی بہت بڑی عطا ہے۔ یہ کسی مادے سے کسی جوہر سے کسی عنصر سے کسی ذرّے سے نہیں بنائی گئی۔ یہ باعثِ شرفِ انسانیت ہے اور اس کا موجود ہونا انسان کو انسان اگر اُس کی نفی ہو جائے تو جہنّم یا کفر کو الگ رکھ دو انسان انسان نہیں رہتا حیوان ہو جاتا ہے اپنی جبلت کے تابع چلا جاتا ہے۔ جس طرح جانور کھانے پینے پہ لپکتا ہے۔ جس طرح جانور صرف آرام کی سوچتا ہے جس طرح جانور صرف جنس کی سوچتا ہے اُسی طرح انسانی زندگی بھی اُسی روٹین میں چلی جاتی ہے آپ سارے عالمِ کفر کا مشاہدہ کر لیجیے، بنظرِ غور دیکھ لیجیے سوائے حیوانی زندگی کے آپ کو وہاں کچھ نظر نہیں آئے گا۔ انسانی رشتوں کا وجود نظر نہیں آئے گا۔ انسانی عظمت کی کوئی جھلک نظر نہیں آئے گی۔ جہاں اس کی نفی ہو گئی انسان انسانیت سے محروم ہو گیا اور وہ

ایک عام حیوان کی سطح پہ چلا گیا جو محض کھانا پینا اور اپنی نسل بڑھانا جانتا ہے۔ اِس کے علاوہ اُسے کوئی احساس نہیں ہے کہ غلط کھا رہا ہوں، صحیح کھا رہا ہوں، گندہ کھا رہا ہوں، صاف کھا رہا ہوں کام صحیح کر رہا ہوں غلط کر رہا ہوں سٹیٹس، احترام کوئی قدر حیوانی زندگی میں نہیں ہوتی اِسی طرح کافر سارے معاشرے میں انسانی اقدار کبھی بھی نہیں ہوتی تاریخ کے کسی دَور میں نہ پہلے تھیں اور نہ آج ہیں۔ آج کا جدید ترقی یافتہ معاشرہ بھی جو نورِ ایمان سے محروم ہے انسانی اقدار سے ویسا ہی محروم ہے جیسا جاہلوں کا معاشرہ انسانی اقدار سے محروم رہا۔

تو یہ جسے آپ نیکی کہتے ہیں یہ جسے آپ عبادت کہتے ہیں یہ جسے آپ ورع و تقویٰ کہتے ہیں یہ جسے آپ بھلائی یا شرافت کہتے ہیں یہ آتی ہی اِس رُوح کے ساتھ ہیں حیاتِ قلبی کے ساتھ وارد ہوتی ہیں جتنا جتنا اِس رُوح کا تعلق قلب سے مضبوط ہوتا ہے جتنا جتنا قلبِ انسانی منوّر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنی اتنی اقدار کی اہمیت اُس پر وارد ہوتی جاتی ہے اور اتنا اتنا وہ سنبھل کر انسان بنتا چلا جاتا ہے اِس کا نفی ہو جانا انسانیت کے منفی ہو جانے کی دلیل ہے۔

شیطان نے اِس کی عظمت کا انکار کیا فسجد الملٰئکۃُ کلھم اجمعون ہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اِلا ابلیس ابلیس نے نہیں کیا کیونکہ یہ فرشتوں میں رہتا تھا۔ اَبٰی اَن یکُونَ مع السّٰجدِین۔ اُس نے کہا میں اِس کو سجدہ نہیں کرتا شیطان کی محرومی کا سبب یہ بنا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں پہلے پارے میں سورۃ بقرہ میں اَبٰی واستکبر وکان من الکٰفرین۔ شیطان نے انکار کیا تکبّر کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں سے اَب اِس کو بدلنے کے لیے ہمارے جو دوست ترجمہ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ ہو گیا کافر۔ جب وہاں ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے تو کیوں نہیں اُسے ماضی رہنے دیتے۔ شاید یہ بات سمجھ میں نہیں آتی عام آدمی کو اس لیے اُسے ہو گیا سے بدلتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ کریم نے یہ بتایا کہ تھا تو کافر ہی علمِ الٰہی میں تو یہ کافر تھا اِس لیے کہ اللہ کو پتہ تھا کہ یہ ساری محنت ساری عبادت سارے سجدے ساری ریاضت اپنی بڑائی کے لیے کر رہا ہے خود کو پارسا بنانے کے لیے کر رہا ہے۔ خود کو نیک منوانے کے لیے کر رہا ہے میری عظمت کا احساس اسے نہیں ہے تو فرمایا مجھے پتہ تھا۔ تھا ہی کافر لیکن جب تک اُس کا کفر کھلا نہیں تب تک میں نے اُسے سزا نہیں دی اگر آپ کو کوئی شخص یہ بتا دے کہ یہ شخص قاتل ہے قتل کرے گا تو آپ یقیناً کہیں گے جب کرے گا تو دیکھی جائے گی تو آپ اِس بات پہ اِسے سولی لگاتے ہیں پکّی دلیل ہو یقیناً یہ قتل کرے گا تو اُس پہ اُسے سزائے موت تو نہیں دی جاتی۔

اب وہ سوال آگیا جو لوگ پوچھتے تھے ایک بڑے کامل ولی اللہ کے ساتھ رہ کر مراقبات حاصل کرتے ہیں انتہائی بلند مقامات تک پہنچتے ہیں پھر وہ ضائع ہو جاتے ہیں پھر وہ سلاسل سے خارج ہو جاتے ہیں اُن کی وہ کیفیات چلی جاتی ہیں تو اگر اُن میں اُن کیفیات کے رکھنے کی استعداد نہیں تھی انہیں وہ نصیب کیوں ہوئیں جس طرح شیطان کو بلندیاں نصیب ہوتی رہیں عبادات پہ اِسی طرح اہل اللہ کے ساتھ بھی جو لوگ اپنی بڑائی کی طلب پہ اپنے آپ کو بڑا بنانے کی غرض سے لگ جاتے ہیں اُنہیں وہ کیفیات وقتی اور لمحاتی طور پہ آتی رہتی ہیں مراقبات بھی ہوتے ہیں منازل سلوک بھی ہوتی رہتی ہیں لیکن جس طرح شیطان کا بھانڈا پھوٹ گیا آخر ان کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے اور سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اِس لیے ایسے لوگوں کے پاس محض، اللہ کی بڑائی کو سمجھنے کا شعور حاصل کرنے کے لیے آنا چاہیئے اپنے آپ کو بڑا بنانے کے لیے نہیں اور آپ دیکھ لیں گے جتنے لوگ ضائع ہوتے ہیں اُن میں یہی شیطانی عنصر آجاتا ہے کہ میں بہت بڑا آدمی ہوں تو میرے خیال

میں یہ بہت بڑا ایک سوال سمجھا جاتا تھا۔ ضمناً اِس میں آگیا تو مَیں نے عرض کر دیا اِس لیے نہیں کہ جو لوگ اِس کا شکار ہوئے اِس لیے کہ اللہ کرے کوئی اِس کا شکار نہ ہو مصیبت سے بچنے کے لیے بیماری سے بچنے کے لیے، کسی دُکھ سے بچنے کے لیے اِس کا جاننا بہت بڑا ممد و معاون ہوتا ہے۔ اِس لیے اللہ نے بار بار دوزخ کا اُس کے عذابوں کا تذکرہ فرمایا کہ لوگ جانتے ہوں گے تو بچنے کے لیے کوشش بھی کریں گے تو اِس لیے مَیں نے عرض کیا کہ یہ بھی اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ کسی بزرگ کے پاس کسی ولی کے پاس کسی شیخ کے پاس بیٹھیں اور آپ کو مراقبات ہو گئے منازل سلوک ہو گئے تو یہ یاد رکھو کہ اگر ان سب کے حصول سے بھی اپنی بڑائی مُراد ہے تو پھر خطرہ ہے اِن کے جاتے ہُوئے کوئی دیر نہیں لگے گی بلکہ انسان اُلٹا مجرم کہلائے گا۔ کہ اپنی بڑائی کے لیے اُس شے کو استعمال کیا جو اللہ کی بڑائی کے اظہار کا ذریعہ تھی۔ اس لیے آپ نے دیکھا ہو گا تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجیے۔

مرتد شریعت کی طرح مرتد طریقت کا فر تو نہیں ہوتا۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں مرتد طریقت کا فر تو نہیں ہو جاتا لیکن مرتے کفر ہی پر ہیں۔ جب طریقت سے کوئی رد ہوتا ہے تو اللہ کی شان بجائے کہ ایمان بھی دُنیا سے نہیں لے جاتا۔ اگرچہ یہ ارتداد کفر نہیں ہے لیکن ایمان کو باقی رکھنے کی صلاحیت منفی ہو جاتی ہے رفتہ رفتہ وہ کافر ہو کے مرتا ہے ۔

قرآن حکیم نے کہا وَمن نقص فانما ینقس علی نفسہ۔ آپ کے ساتھ معاہدہ بیعت کر کے جس نے توڑا اُس نے اپنے آپ کو توڑا وَمن نَقَصَ جس نے توڑا فانمَا ینقصُ علی نفسہ اُس کی وہ ٹوٹ پھوٹ اُس کی وہ اپنی ذات پر پڑی اُس نے خود کو توڑ پھوڑ دیا تباہ کر دیا وہ خود باقی نہ رہا۔ تو یہ چند گزارشات تھیں جو انسانی عظمت پہ دلالت کرتی ہیں۔ انسان کو انسانیت نصیب ہی اُس رُوح کی وجہ سے ہے جو اللہ کی ذات کے نفخ سے تعلق رکھتی ہے جو عالم اَمر کی تجلّی سے ہے اور قربِ الٰہی کی بُنیاد بھی وہی رُوح ہے اگر خدا نہ کرے کسی سے اُس کی نفی ہو جائے تو وہ انسان انسان نہیں رہتا بلکہ قرآن کی اصطلاح میں اولئٹک کالانعام وہ عام چارپاؤں کی طرح عام حیوانوں کی طرح ہو جاتی ہے۔

فرمایا بل ھم اضل بلکہ وہ اُن سے گئے گزرے کہ عام حیوان تو تخلیقی طور پر حیوان تخلیق ہوئے اور یہ شرف انسانی ضائع کر کے وہاں گیا اللہ کریم ہمیں سمجھ کے ساتھ توفیقِ عمل عطا فرمائے اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین

بقیہ صفحہ نمبر ۱۸ سے آگے

فاقیمو الصلوۃ واتوالزکوۃ لوگو اسلام کو اپنا آئین بناؤ عبادات قائم کرو اللہ کے دئے ہوئے ٹیکس ادا کرو۔

واعتصمو باللہ چمٹ جاؤ رب العلمین کے ساتھ اللہ کے ساتھ پکے پکے لگ جاؤ۔

ھو مولکم درحقیقت بات یہ ہے کہ حقیقی مالک تمہارا وہی ہے وہی تمہارا دوست ہے وہی تمہارا خیر خواہ ہے وہی تمہارا مولا ہے وہی تمہارا معبود برحق ہے۔

فنعم المولی کتنا خوبصورت مالک ہے تمہارا۔

و نعم النصیر اور کتنی خوبصورت ہے اس کی مدد اور کتنا قادر ہے وہ ہر چیز پہ۔

تصوف ؟

تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفوس اور تصفیہ اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں تا کہ سعادت ابدی حاصل ہو نفس کی اصلاح ہو اور رب العالمین کی رضا اور اس کی مغفرت حاصل ہو اور تصوف کا موضوع تزکیہ تصفیہ اور تعمیر باطن ہے اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے۔

ایک جماعت ایسی ہے جو بظاہر تو تصوف کی قائل ہے مگر عملاً اس کی منکر ہے ان کے نزدیک تصوف صرف کتب کا مطالعہ کر لینے، اولیاء اللہ کی حکایات سن لینے، سر دھننے اور جھومنے تک محدود ہے۔ یہ لوگ اول تو کسی عارف کامل مزکی و مصلح کی تلاش کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے جو عملاً سلوک سکھائے اور اتباع سنت پر زور دے اور اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو تزکیہ باطن کا طریقہ سکھائے یا راہ سلوک طے کرائے تو اس پر یقین نہیں کرتے بلکہ اس کا تمسخر اڑایا جاتا ہے حالانکہ ان کی بے یقینی کی اصل وجہ ان کا فکری اور عملی جمود ہوتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ محنت نہ کرنی پڑے۔ محض زبانی باتوں اور حکایتوں سے ہی سلوک طے ہو جائے۔

ایمان ایک دعویٰ ہے۔ کسی دعوے کے ثابت ہونے کا مدار اس کے حق میں صحیح شہادت کے ملنے پر ہے، اگر شہادت نہ ملے تو دعویٰ غلط اور مدعی جھوٹا ہے۔ اس لئے ایمان کے دعوے کے لئے اعضاء جوارح کی شہادت درکار ہے۔ اگر اعضاء و جوارح سے ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جو اس دعوے کی تصدیق کریں تو دعوے ثابت، ورنہ دعوے غلط اور مدعی جھوٹا ہے بدقسمتی سے عام مسلمانوں میں یہی دورنگی پائی جاتی ہے۔

۱۔ اولیاء اللہ کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک مجرب ذریعہ ہے۔

۲۔ اولیاء اللہ کے پاس کامیاب نسخہ ذکر الٰہی کی تلقین اور اس کا سلیقہ سکھانا ہے۔

۳۔ ذکر الٰہی کی کثرت اور اولیاء اللہ کی صحبت سے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کبھی بدبخت ہو کے نہیں مرتا۔

۴۔ اولیاء اللہ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے، حضرت تھانویؒ نے ایک روز فرمایا تھا "اولیاء اللہ سے دشمنی کفر تو نہیں مگر توہین کرنے والے مرتے کفر پر ہی ہیں۔"

۵۔ فرائض راس المال ہیں، ترقی ہمیشہ نوافل سے ہوتی ہے۔ مگر جس کے فرائض پورے نہیں اس کے نوافل کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔

۶۔ ان احادیث سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

۷۔ منکرین کشف و الہام کو سوچنا چاہئے کہ کیا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم شجر موسوی سے بھی گئی گزری ہے؟

۸۔ اس حدیث سے اجماعی حلقہ ذکر کا ثبوت بھی مل گیا۔

۹۔ ذاکرین صوفیہ محل نزول انوار و تجلیات باری ہے۔

دلائل السلوک از مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

روضۂ اطہر کی حفاظت

یہ واقعہ ۵۵۵ھ میں رونما ہوا۔

ایک رات جب کہ ملک العادل نورالدین زنگی سو رہا تھا اسے خواب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اس وقت آنحضرتؐ کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ آپؐ نے نورالدین زنگی کو مخاطب کر کے کہا، "نورالدین! یہ دو آدمی ہمیں ستا رہے ہیں ان کے شر کا خاتمہ کر دے"۔

نورالدین زنگی اسی وقت بیدار ہو گیا، وضو کیا، نفل پڑھے اور پھر سو گیا۔ اس نے دوبارہ خواب میں وہی کچھ دیکھا پھر دوبارہ اٹھا، وضو کیا اور نفل ادا کیے۔ پھر لیٹنے کے بعد اس نے تیسری بار پھر وہی خواب دیکھا۔ اب کی بار اس نے دشمنانِ رسولؐ کو نہایت گہری نظر سے دیکھا اور ان کی تمام شناختیں اچھی طرح ذہن میں محفوظ کر لیں۔ اب اس نے جان لیا کہ ہو نہ ہو مدینہ منورہ میں کوئی امرِ غریب پیدا ہوا ہے جس کی سرکوبی اس کا فرض ہے۔ لہٰذا جب وہ تیسری بار بیدار ہوا تو آمادۂ عمل تھا۔

اس نے اپنے وزیر کو طلب کیا اور مدینہ منورہ پہنچنے کے لیے تیاری کرنے کا حکم دیا چنانچہ تیاریاں مکمل ہونے پر تاریخ ساز سلطان، صلاح الدین ایوبی کا پیش رَو، مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا، اور دو ہفتوں میں وہاں پہنچ گیا۔ مدینہ منورہ میں قیام کے بعد اس نے وہاں کے حکام کو حکم دیا کہ شہر کی کل آبادی سے وہ فرداً فرداً ملاقات کرنا چاہتا ہے اور کوئی فرد بھی اس سے بالاتر نہ سمجھا جائے اور اس کے لیے جملہ تدابیر بروئے کار لائی جائیں چنانچہ تمام تدابیر آزمائی گئیں اہل مدینہ سے ملاقاتیں کی گئیں دعوتیں ہوئیں انعامات کی بارش ہوئی مگر سلطان کو مطلوبہ نمائندگان شر دکھائی نہ دیے آخر ایک دن سلطان نے حکام مدینہ سے دریافت کیا۔

کیا کوئی ایسا شخص رہ گیا ہے جس نے ہم سے ملاقات نہ کی ہو؟

جواب ملا: "ایسا تو کوئی نہیں رہ گیا البتہ دو مغربی کہ نہایت ہی درویش، جواد اور عفیف ہیں اپنے حجرے میں ہی رہتے ہیں اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور لوگوں سے میل جول سے ہر طرح گریز کرتے ہیں"۔

سلطان نے سختی کے ساتھ انہیں حاضر کرنے کا حکم دیا اور پھر جیسے ہی وہ سلطان کے روبرو لائے گئے اس نے بچشم زدن میں شناخت کر لیا کہ مطلوبہ اشرار تو یہی ہیں سلطان نے انہیں بحیثیت مجرمین کے شناخت کیا۔ مگر رائے عامہ کا اصرار تھا کہ یہ درویش ہیں اور بے ضرر ہیں۔ سلطان بلا توقف انہیں ساتھ لے کر ان کے حجرے میں پہنچ گیا انہیں حجرے کے باہر کھڑا کر کے خود اندر گیا۔ کہتے ہیں وہاں سلطان کو ایک طاقچے پر قرآن حکیم کا ایک نسخہ ملا۔ کچھ پند و نصائح کی کتابیں ملیں ایک طرف مال کا ڈھیر ملا، جسے وہ فقرائے مدینہ پر صرف کیا کرتے تھے سلطان تو کمرے میں کچھ تلاش کر رہا تھا آخر اس نے فرش پر بچھی ہوئیں چٹائیاں، اٹھوائیں اور فرش کا چپہ چپہ غور سے دیکھا۔ ایک سل اپنی جگہ سے اکھڑی ہوئی اپنی داستان اپنی زبان سے سنا رہی تھیں یہ سل اٹھائی گئی تو معلوم ہوا کہ اس کے نیچے ایک سرنگ کا سرِ آغاز ہے اور اس کا دوسرا سرا روضۂ اطہر کے اندر پہنچ رہا تھا۔

ایک روایت کے مطابق روضۂ اطہر میں نقب لگانے والے حضرت عمر فاروقؓ کے جسد مبارک تک پہنچ چکے تھے اور آپؓ کا پاؤں نظر آ رہا تھا۔ نورالدین زنگی جب یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد باہر نکلے تو ان کی زبان پر ایک ہی جملہ رواں تھا "آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کو ایسے وقت میں یاد فرمایا۔

درویش صورت اور شیطان سیرت مجرمین دھر لیے گئے تحقیق پر یہ راز منکشف ہوا کہ دونوں یہودی تھے اور روضۂ اطہر سے بذریعہ سرنگ آنحضرتؐ کے جسد مبارک نکال کر لے جانے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے۔ دن بھر حجرے میں عبادت کرتے اور رات کے وقت سرنگ کھودنے کا کام کرتے اور مٹی کو مشکیزوں میں بھر کر باہر پھینک آتے۔ نورالدین زنگیؒ نے انہیں قتل کروا دیا۔

(جذب القلوب۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ص ۱۸۵، ۱۸۳)

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی آصف محمود (ڈسکہ) کے تایا جان اور عبد الروف ولد احمد سعید (اغفر خیلی) اور سردار علی (نیوی والے) راولپنڈی کے فرزند وفات پا گئے ہیں۔ ان سب کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

—— حدیث ابوہریرہ ﷺ : حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَ غَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ۔

(نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، جو یکتا و بے مثال ہے جس نے اپنے لشکر کو عزت دی، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اس نے تنہا ہی (دشمن کے) لشکروں کو مغلوب کر دیا اس کے بعد کوئی چیز نہیں [1]

اخرجه البخاری فی : کتاب ٦٤ المغازی : باب ٢٩ غزوة الخندق وهی الاحزاب

صبح کے وقت اور سوتے وقت تسبیح کرنے کا بیان

—— حدیث علی ﷺ : حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام چکی کی مشقت کی وجہ سے بیمار ہوگئیں اور جب نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے تو حضرت فاطمہؓ آپؐ کے پاس گئیں لیکن آپؐ کو موجود نہ پایا — حضرت عائشہ ﷺ موجود تھیں —— لہٰذا حضرت فاطمہؓ نے اُم المومنینؓ سے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ بعد ازاں جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ام المومنین حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے حضرت فاطمہؓ کے آنے کا ذکر کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں ایسے وقت تشریف لائے کہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: لیٹے رہو! پھر آپؐ ہمارے درمیان اس طرح بیٹھ گئے کہ میں نے آپؐ کے مبارک قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی اور آپؐ نے فرمایا: کیا تم کو اس سے بہتر چیز نہ سکھا دوں جو تم نے مجھ سے مانگی ہے ؟ جب تم سونے کے لیے لیٹو تو چونتیس ٣٤ بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ تینتیس ٣٣ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ اور تینتیس ٣٣ بار ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ لیا کرو یہ تسبیح و تکبیر تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے (جو تم نے مانگا تھا)۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ٦٢ فضائل اصحاب النبی ﷺ : باب ٩ مناقب علی بن ابی طالب القرشی

مُرغ کی اذان سُن کر دُعا مانگنا مستحب ہے :

—— حدیث ابوہریرہ ﷺ : حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم مُرغ کی چیخ (اذان) سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے (تب چیختا ہے) اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھو (پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی، شیطان مردود سے) کیونکہ وہ شیطان کو دیکھ کر چیختا ہے۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ٥٩ بدء الخلق : باب ١٥ خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال

یادِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

عابد و معبود کا ہے رابطہ یادِ رسولؐ درمیانِ کفر و ایماں فاصلہ یادِ رسولؐ

دلربا یادوں کا زریں سلسلہ یادِ رسولؐ ہے ازل سے تا ابد جلوہ افزایا درِ رسولؐ

کارساز و کار فرما، کارگر، کارخرد کار زارِ زیست میں مشکل کشا یادِ رسولؐ

نقطۂ آغازِ گیتی، نغمۂ تارِ حیات محورِ ارض و سما، آبِ بقا یادِ رسولؐ

وسعتِ کونین میں ہے باعثِ تسکین جاں چشمۂ زہد و ورع، مہر و وفا یادِ رسولؐ

حسنِ علم و آگہی، حسنِ نظر، حسنِ سلوک زورِ بازو، زورِ عزم و حوصلہ یادِ رسولؐ

زینتِ شام و سحر، رنگِ چمن، تابِ نجوم کار فرمائے جہان ماجرا یادِ رسولؐ

بادۂ وحدت کا کیفِ جاوداں، لطف و سرور در حقیقت قبلے کا قبلہ نما یادِ رسولؐ

فکر کی بالیدگی، ذوقِ سخن، طورِ خیال رونقِ بزم و بہارِ میکدہ یادِ رسولؐ

بے بدل دستورِ تعمیرِ نظامِ زندگی شہپرِ جبریل و جانِ ارتقا یادِ رسولؐ

اتحادِ ملتِ بیضا، رموزِ خسروی ضامنِ امن و اماں، بانگِ درا یادِ رسولؐ

ناخنِ تدبیر و درمانِ غم و رنج و محن نسخۂ اکسیرِ دردِ لا دوا یادِ رسولؐ

آبروئے علم و عرفان و ہنر نقد و نظر ہے نقوشِ مصحفِ قدر و قضا یادِ رسولؐ

مصطفےٰ! حاصل دوامِ عیش و گنجِ دوجہاں

گر نفس کی آمد و شد ہو سدا یادِ رسولؐ

مفتی محمد مصطفےٰ مفتاحی حیدرآباد دکن بھارت

MONTHLY
AL-MURSHED
Reg. No. L8607

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریر میں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر۔ کہ قرآن
کریم کو سمجھانا صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک
آٹھ (۸) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5115086